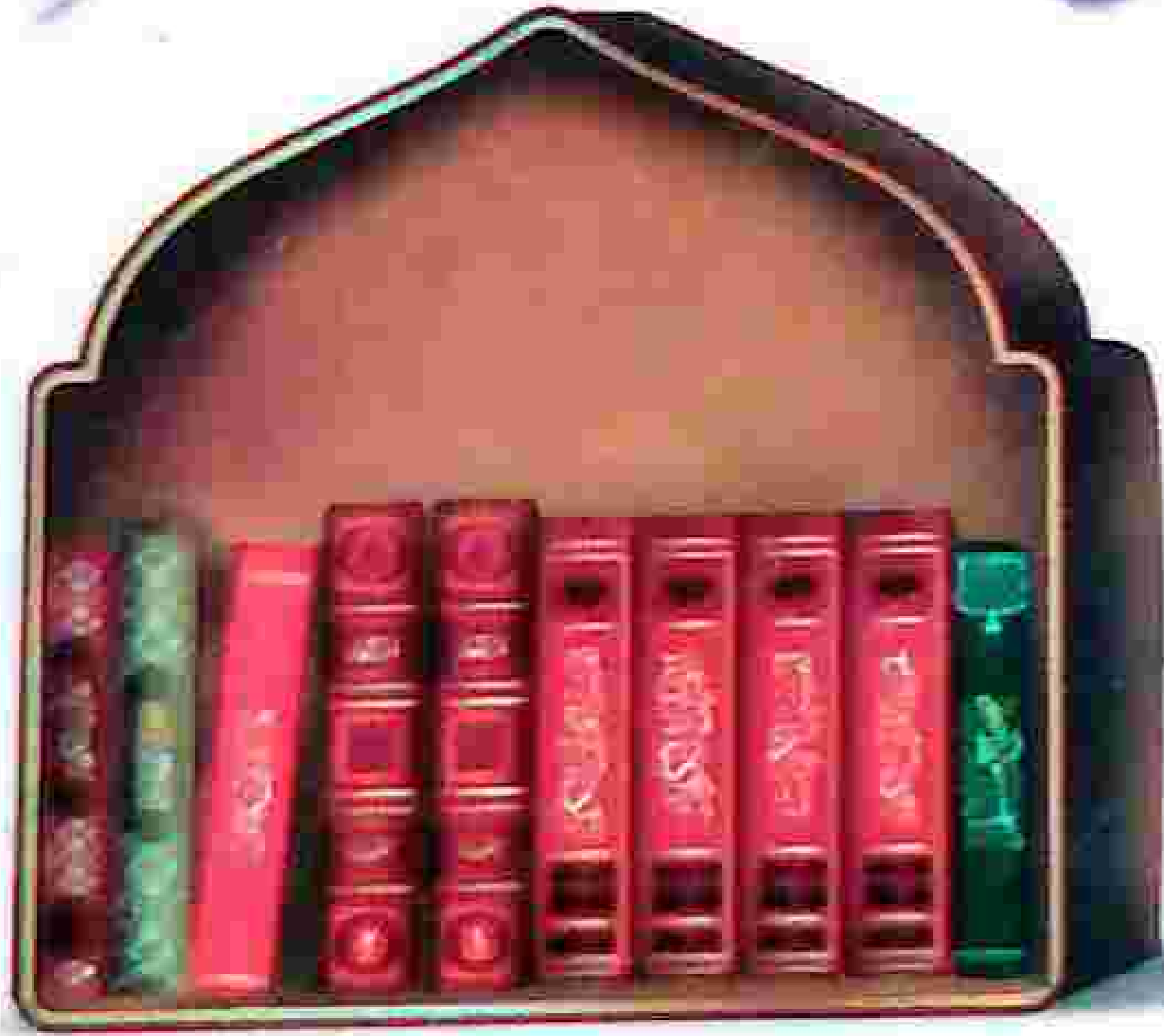
ایک فکر انگیز کتاب

غیر مقلدین
کا
صحیح احادیث سے انحراف





حضرت مولانا محمد ابوبکر غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند الہند

ربانی بک ڈپو
کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

ایک فکر انگیز کتاب

غیر مقلدین
کا
صحیح احادیث سے انحراف

(اس کی دو سو مثالیں)

اس کتاب میں غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو کہ ان کا عمل ہر صحیح حدیث پر ہوتا ہے، اور ان کا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے، اور ہم لوگ گلزار محمدی کے بلبلان نالاں ہیں، اور سنتوں کی اتباع ہی ہماری ہوس اور ہمارا شوق اور ہمارا مقصود ہوا کرتا ہے۔ غیر مقلدوں کے اس طرح کے دعووں کو دو سو صحیح احادیث کی مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ مردود ہے اور ان کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

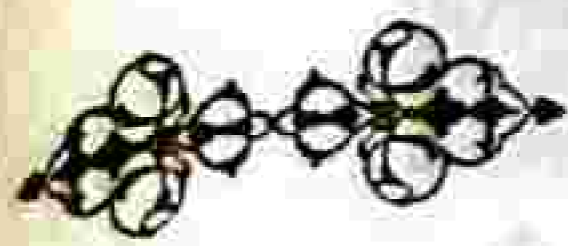
تالیف حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ

تمہید

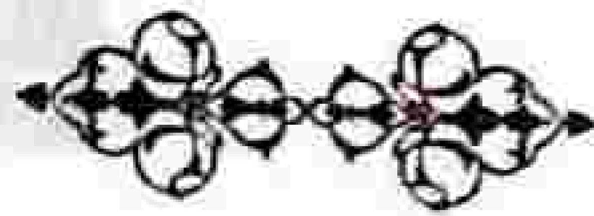
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند الھند

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی



تفصیلات



نام کتاب : غیر مقلدین کا صحیح احادیث سے انحراف

تالف : حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

بااہتمام : مولوی عُبید الرحمٰن ابن حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

معاون : عبدالدیان ربانی

کمپوزنگ : لیزر کمپوٹر سروسز 9811504821

سنہ اشاعت : سنہ ۲۰۱۳ء / سنہ ۱۴۳۴ھ رمضان المبارک

تعداد : ۱۱۰۰

طباعت : ربانی پرنٹرس دہلی

قیمت :



شائع کردہ : مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازیپور۔ یوپی

سٹاکسٹ : ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاندلان کنواں دہلی

9811504821, 9873875484

(Mufti) Abul Qasim Nomani  (مفتی) ابو القاسم نعمانی
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband — مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No........ Date...............

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو چکی ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب جو معروف و مقبول فقہی مکاتب فکر کے بالمقابل ایک مستقل مذہب ہے۔ اور اس مذہب کے بانیوں نے جن مقاصد کے پیش نظر روش اختیار کی اس مذہب کی ہر شئے آشکارا ہو چکی ہے۔

اگرچہ غیر مقلدین جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ ہے ہمارے نزدیک صرف قرآن پاک اور احادیث صحیحہ حجت ہیں۔ اس دعویٰ کے ضمن میں عوام الناس کو یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے مسلک کی بنیاد قرآن پاک کی کسی آیت یا کسی حدیث صحیح پر ہوتی ہے [illegible] یہ بھی دعویٰ ہے کہ بار بار صحیح حدیث [illegible]

لیکن مذہب غیر مقلدین کا جائزہ لینے سے یہ دونوں دعوے بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کی [illegible] صلوٰۃ الرسول کا پوسٹ مارٹم ہو جانے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ کتاب ضعیف اور منکر روایات سے بھری ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ کتاب کے مصنف نے ان روایات کے ضعف کا [illegible]

پیش نظر کتاب میں غیر مقلدین کے اس دعویٰ کی حقیقت واضح کر کے [illegible] کہ وہ بار بار صحیح حدیث کے [illegible]

مصنف کتاب [illegible] احادیث [illegible] غیر مقلدین کے [illegible] احادیث صحیحہ [illegible]

امید ہے کہ یہ کتاب [illegible] کے لیے مفید [illegible]

[illegible]

والسلام
ابوالقاسم نعمانی
[illegible] دارالعلوم
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband



(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No. Date:

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو چکی ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب چار معروف ومقبول فقہی مکاتب فکر کے بالمقابل ایک مستقل مذہب ہے۔ اور اس مذہب کے بانیوں نے جس مسئلہ میں جو روش اختیار کی ہے اس مذہب کا ہر متبع اس کا اندھا مقلد ہے۔

اگرچہ غیر مقلدین جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ ہے ہمارے نزدیک صرف قرآن پاک اور احادیث صحیحہ حجت ہیں، اس دعویٰ کے ضمن میں جہاں ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے ہر مسئلہ کی بنیاد قرآن پاک کی کسی آیت یا کسی حدیث صحیح پر ہوتی ہے وہیں ان کا صراحتہ یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے۔

لیکن مذہب غیر مقلدین کا جائزہ لینے سے یہ دونوں دعوے بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کی معرکۃ الآرا کتاب صلوٰۃ الرسول کا پوسٹ مارٹم ہو جانے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ کتاب ضعیف بلکہ ضعیف ترین روایات سے بھری ہوئی ہے۔ جب کہ کتاب کے مصنف نے ان روایات کے ضعف کی نشاندہی بھی نہیں کی ہے۔ پیش نظر کتاب غیر مقلدین کے اس دعویٰ کی حقیقت کو اچھی طرح آشکارا کر دے گی کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب غازیپوریؒ نے ایسی دو سو احادیث کی نشاندہی کی ہے جو معیار صحت پر مکمل اترتی ہیں، لیکن چونکہ وہ غیر مقلدین کے اختیار کردہ مذہب کے موافق نہیں ہیں اس لئے انہوں نے احادیث کے صحیح ہونے کے باوجود ان کو قبول نہیں کیا ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب سے اس جماعت کے اصلی چہرہ کو پہچاننے میں مزید مدد حاصل ہوگی۔

والسلام
ابو القاسم نعمانی غفرلہ
بازارسدانند وارانسی
۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

تقریظ

از: حضرت مولانا **رشید احمد** صاحب الاعظمی دامت برکاتہم
خلف الرشید محدث جلیل حضرت مولانا **حبیب الرحمن** الاعظمی نوراللہ مرقدہ



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، وبعد!

دور حاضر کے فتنوں میں غیر مقلدیت کا فتنہ بہت شدید اور سنگین ہے، یہ ایک اباحیت پسندانہ رجحان ہے، جس کا اہل حق اور بالخصوص علماء دیوبند نے اس کے وجود میں آنے کے وقت سے اس کا تعاقب کیا ہے، اور اس کے ردوابطال میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے، اس فتنے کا تعاقب کرنے والوں میں نمایاں شخصیت محدث کبیر امام وقت ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی ہے، جنھوں نے ردغیر مقلدیت پر ایسا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے، جو اس محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے ان شاء اللہ ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان حضرات کو خاص طور سے فکر لاحق تھی، جو اس فتنے کی سنگینی کا احساس رکھتے ہیں، راقم کی یہ دلی تمنا تھی کہ کاش کوئی ایسی شخصیت ہوتی جو اس فتنے کا دفاع کرتی، اور غیر مقلدین کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات اور مذاہب حقہ وائمہ اربعہ اور خاص طور سے حنفیت اور علماء احناف پر کئے جانے والے اعتراضات کا بھرپور جواب دیتی۔ اللہ رب العزت نے اس علمی وقلمی جہاد کے لئے ہمارے مخلص دوست حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ کو توفیق عنایت فرمائی، اور انھوں نے اپنی تمام علمی وقلمی اور ذہنی وفکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جس طرح تعاقب کیا، اس نے خیمۂ غیر مقلدیت میں زلزلہ پیدا کردیا۔

یہاں یہ واضح کردینا بے موقع نہ ہوگا کہ علماء حق کو کبھی اس سے دلچسپی نہیں رہی کہ غیر مقلدین خود کیا کرتے ہیں، اوران کا مذہب کیا ہے، ہمارے علماء کی توجہ عام طور پر اور زیادہ تر ان اعتراضات کے جواب پر رہی جووہ تقلید، یا حنفیت یا ہمارے علماء واسلاف اور بزرگوں پر کیا کرتے تھے، لیکن مولانا محمد ابوبکر صاحب نے غیر مقلدین کی خانہ تلاشی کرتے ہوئے خودان کے ایسے مسائل اور افکار وخیالات کا انبار لگادیا، جو کتاب وسنت اور خاص طور سے حدیث کے خلاف ہیں اوران کے انحراف کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ابوبکر صاحب کا قلم بہت رواں دواں اور نہایت تیز گام تھا، انھوں نے مختصری مدت میں جس قدر مواد فراہم کردیا ہے وہ نہایت قابل قدر اور لائق ستائش ہے، مولانا مرحوم کی ناگہانی رحلت سے اس عاجز وفرومایہ کو جس قدر صدمہ پہنچا ہے، اس کو اس عاجز کا دل ہی جانتا ہے۔ مولانا مرحوم عجیب وغریب صلاحیت کے آدمی تھے، وہ کام سے کبھی تھکتے نہیں تھے، انھوں نے پوری زندگی کام کیا، اور کام کرتے ہی کرتے اس دنیا سے رخصت ہوئے، مطبوعہ کتابوں کے علاوہ انتقال کے وقت انھوں نے دو کتابوں اور ''زمزم'' کے ایک شمارے کا مسودہ چھوڑا، ان کتابوں میں ایک ''غیر مقلدین کا صحیح احادیث سے انحراف'' ہے، جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہی اس کو کمپوزنگ کے لئے دے رکھا تھا، اور تقریباً نصف کتاب کی تصحیح بھی کرلی تھی، لیکن اس کے مکمل ہونے سے پہلے وہ سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، اس عاجز نے اس کے کمپوز شدہ میٹر کی پروف ریڈنگ کی اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی اس کے حوالوں کی مراجعت کی، اور حتی الامکان اس کی تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادگان عزیزانم عبدالرحمٰن وعبیدالرحمٰن سلمہما اس کی طباعت واشاعت کے لئے ہمہ تن تیار ہیں، اللہ رب العزت ان کو استقامت اور عزم وحوصلہ عطافرمائے۔

آخر میں خداوند کریم سے دعا ہے کہ مولانا مرحوم کے جملہ علمی کاموں کو شرف قبول عطافرمائے، ان کو ذخیرۂ آخرت اور بلندئ درجات کا ذریعہ بنائے، آمین

پہلے اسے پڑھیں

حضرات قارئین کرام! آپ جب اس کتاب کو پڑھیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ غیر مقلدوں کے بڑے بڑے علماء نے کس بہانے اور کن بودے اعذار کا سہارا لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مبارکہ کو (اپنے اس دعوی کے باوجود کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے) کس بے دردی اور ظالمانہ طریقہ سے رد کیا ہے، اور انہوں نے اپنے اس رد وانکار میں بڑے بڑے محدثین کو مجروح بنایا ہے، جن محدثین کی ثقاہت وامانت اور حفظ واتقان پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے اور جن کی احادیث سے بخاری ومسلم بھری ہیں ان کی روایتوں کو ضعیف کہہ کر رد کردیا ہے۔ ان کی گمراہی کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے محض اپنے مذہب کی پاسداری میں صحابہ کرام تک کو نہیں بخشا، اور اپنے اس باطل عقیدہ کا کہ صحابہ کرام کا نہ فعل معتبر، نہ قول معتمد اور نہ ان کی فہم ورائے قابل اعتبار ہے۔ اس باطل عقیدہ کا سہارا لے کر بڑے بڑے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی کتابوں میں گستاخیاں درج کی ہیں۔

اہل سنت کے چاروں مذاہب کے درمیان مسلکے مسائل میں اختلاف رہا ہے ہر امام اپنے اجتہاد کی روشنی میں کئی رخ والے مسئلوں میں سے کسی ایک رخ کو اپناتا ہے مگر کسی دوسرے امام کو گمراہ نہیں کہتا ہے، اور نہ اس کے مذہب کو باطل کہتا ہے اور نہ اس مذہب کے خلاف گندی زبان استعمال کرتا ہے، لیکن غیر مقلدوں کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور اس کے بالکل برخلاف ہوتا ہے جب تک وہ مقلدین اور خصوصاً احناف کو گالی نہ دیں ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے اور ان کی راتیں بڑی بے آرامی سے گزرتی ہیں۔

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اس کتاب میں ایک ہی موضوع کی کئی روایتیں آپ دیکھیں گے، اس تکرار سے آپ گھبرائیں نہیں، مجھے اس کتاب میں مسئلے مسائل پر گفتگو نہیں کرنی تھی اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعوی بالکل غلط، جھوٹا، باطل اور نرا پروپیگنڈہ ہے کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا ہوا ہے اس لئے اگر صحیح حدیث مکرر آگئی ہیں تو اس سے میرے موضوع کو تقویت ملی ہے اور غیر مقلدین کے دعویٰ کا بطلان مزید واضح ہوا ہے۔

میں نے اس کتاب میں غیر مقلدوں کے مشہور محدث مولانا عبدالرحمن مبارکپوری سے زیادہ تعرض کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبارکپوری صاحب کا اس جماعت میں بڑا مقام ہے اور اپنے مذہب کی خدمت غیر مقلدوں کی جماعت میں سب سے زیادہ انہوں نے کی ہے۔ غیر مقلدین احناف کے خلاف جو کچھ لکھتے ہیں ان کو زیادہ تر مواد حضرت مبارکپوری ہی کی کتابوں سے فراہم ہوتا ہے۔

اب لیجئے اللہ کا نام اور شروع کیجئے کتاب، اور دیکھئے کہ:

ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد

کی قوالی گانے والے ہمارے برادران اہل حدیث کی اہل حدیثیت کی شان کی ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

پیش نظر کتاب ''غیر مقلدین کا احادیث صحیحہ سے انحراف'' یا ''بلبلانِ نالاں کی احادیث صحیحہ سے بیزاری'' غیر مقلدین کے اس دعویٰ کو پرکھنے کی ایک ہلکی سی کوشش ہے کہ ''اہل حدیث کا سر ہر صحیح حدیث پر جھکا رہتا ہے'' اور ہم صرف قرآن و صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ (تقلید کے برگ و بار)

اس دعویٰ کا کھوکھلا پن تو ہم نے اپنے دو رسالے ''صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر'' اور ''غیر مقلدین کا احادیث کے بارے میں معیار رد و قبول'' میں ایسا واضح کر دیا ہے کہ اب غیر مقلدین کو بھی جن میں ذرا بھی شرم و حیا ہے اس بات کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہونے لگا ہے۔ اور صلوٰۃ الرسول کتاب جو آج سے پہلے غیر مقلدین کے مذہب کی نماز کے موضوع پر سب سے اہم کتاب تھی اور ہزاروں کی تعداد میں اس کی مفت تقسیم ہوتی رہی ہے، (اب اس کا تقسیم ہونا بند ہو گیا ہے) اور جب غیر مقلدوں کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب تو ضعیف احادیث کا بھنڈار ہے اور مصنف نے ازراہ غیر مقلدیت کسی ایک حدیث کے بارے میں نہیں کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے، جب کہ صلوٰۃ الرسول کتاب میں ضعیف ہی نہیں بلکہ شدید ضعیف بلکہ موضوع کے قریب قریب احادیث ہیں تو غیر مقلدوں کی جماعت کی طرف سے اس کی اشاعت و طباعت بند ہو گئی ہے۔

اور یہ صرف ''صلوٰۃ الرسول'' ہی کی بات نہیں ہے بلکہ دوسرے دینی موضوعات پر بھی جو کتاب لکھی گئی ہے وہ ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ میرا تو دعویٰ ہے کہ کوئی اہل حدیث بچہ بلا ضعیف احادیث کا سہارا لئے ہوئے نماز کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے علاوہ آج تک

کسی فقیہ محدث اور عالم نے اس قسم کا دعوٰی نہیں کیا ہے کہ اس کا عمل صرف اور صرف صحیح احادیث پر ہوتا ہے۔ بعض بعض مسائل تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل اتفاقی ہیں یعنی سب کا اس پر عمل ہے مگر اس بارے میں جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ترمذی شریف دیکھو اس طرح کی ایک دو نہیں دسیوں مثالیں تم کو ملیں گی۔

ضعیف احادیث کا انکار تو آج کل کے سلفیوں کا نیا نعرہ ہے اور یہ نعرہ جب سے البانی کا وجود ہوا ہے تیزی سے لگنے لگا ہے ورنہ اس سے پہلے غیر مقلدین کے علماء نے کبھی یہ نعرہ نہیں لگایا تھا، ان کی کتابوں میں ضعیف احادیث سے استدلال جگہ جگہ آپ کو نظر آئے گا، بلکہ ضعیف حدیث سے استحباب کا حکم ان کے مسئلہ مسائل کی کتابوں میں آپ کو ملے گا۔ فتاوٰی نذیریہ اور فتاوٰی اہل حدیث اور فتاوٰی ثنائیہ کا مطالعہ کرو تم کو اس کی متعدد مثالیں ملیں گی۔ فتاوٰی ثنائیہ میں لکھا ہے کہ ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔ (ص ۳۴۲ ج ۲) نیز اس میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر میاں صاحب نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ اگرچہ ضعیف ہیں مگر ضعیف حدیث سے بھی جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا (ص ۱۰۰ ج ۱)۔ اور جب وہ فعل بدعت نہیں ہوگا تو سنت ہوگا، بدعت اور سنت کے درمیان تیسرا کوئی درجہ نہیں ہے۔

مولانا مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں جگہ جگہ ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے اور اس سے شرعی اور فقہی مسائل کا اثبات کیا ہے۔

غرضیکہ غیر مقلدین کا یہ دعوٰی کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہوتا ہے باطل ہوا ہو چکا ہے اور غیر مقلدین کا منہ یہ نہیں رہ گیا ہے کہ کسی پڑھے لکھے اور جانکار آدمی کے سامنے اس قسم کا دعوٰی کریں۔

دوسرا دعوٰی غیر مقلدین کا یہ ہے کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ غیر مقلدین کا یہ دعوٰی بھی باطل ہے، اس کتاب میں ان کے اسی دعوٰی کے

بطلان کو ظاہر کیا گیا ہے۔

رہا یہ کہ بعض صحیح حدیث پر عمل کرنا اور بعض کو کسی وجہ سے چھوڑنا تو اس میں غیر مقلدین کی کوئی خصوصیت نہیں ہے یہ تو سب کرتے ہیں، ہمارا اشکال تو اس پر ہے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہر صحیح حدیث پر ان کا عمل ہوتا ہے، غیر مقلدین کے اس ''کلی'' دعویٰ پر ہمارا اشکال ہے۔

ہماری یہ کتاب آپ کو بتلائے گی کہ غیر مقلدین کا یہ ''کلی دعویٰ'' نرا جھوٹ ہے اور غیر مقلدین نے احادیث کی دوسری کتابوں کو تو چھوڑیئے، صحاح ستہ کی بھی ساری کتابوں سے صرف نظر کر لیجئے، صرف بخاری شریف اور مسلم شریف کی پچاسوں احادیث پر ان کا عمل نہیں ہے۔

ناظرین اس کتاب میں ایک بات اور دیکھیں گے کہ میں نے اس کتاب میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی سے کچھ زیادہ ہی تعرض کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مبارکپوری کا بڑا مقام ہے اور ان کی امامت فی الحدیث غیر مقلدین کے نزدیک مسلم ہے، اور ان کی شرح ترمذی پر ان غیر مقلدوں کو بڑا ناز ہے۔ حالانکہ اس کتاب کی صرف اتنی خصوصیت ہے کہ اس میں دوسروں کی تقلید اور نقالی ہے مولانا کی اپنی تحقیق برائے نام ہے۔ مولانا کا زور قلم وہیں دیکھا جاتا ہے جن مسائل میں وہ احناف کا رد کرتے ہیں۔

میں نے یہ کہا کہ اس شرح میں مولانا دوسروں کی تقلید اور نقالی کرتے ہیں یہ کوئی میرا اپنا فیصلہ نہیں ہے بلکہ دور حاضر کے زبردست محقق اور علم حدیث کے ماہر اور عالم اسلام کی ممتاز مصری شخصیت (جو کہ خود بھی غیر مقلد ہیں) شیخ احمد محمد شاکر محدث ان کا یہ بصیرت افروز تبصرہ ہے، انہوں نے خود بھی ترمذی کی شرح لکھی ہے۔

علامہ احمد محمد شاکر مصری لکھتے ہیں:

قد حاول الشيخ المباركفوري رحمه الله ذلك في شرحه

فلم يمكنه تخريج كل الاحاديث.

یعنی مولانا مبارکپوری نے اپنی شرح میں احادیث کی تخریج کی کوشش تو کی ہے لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا کہ تمام احادیث کی تخریج کرسکیں۔

لکھتے ہیں کہ:

انما خرج ما خرج من الاحاديث مقلدا الغيره ايضا من اصحاب الكتب المجامع والمخرجات كالمنتقى للمجد ابن تيمية وشرحه نيل الاوطار للشوكاني والتلخيص والفتح للحافظ ابن حجر (شرح ترمذی لاحمد محمد ج ۱ (۱) ص ۶۷-۶۶)

یعنی مولانا مبارکپوری کی تخریج احادیث کے سلسلہ میں اپنی کوئی کوشش نہیں ہے، صرف ان کتابوں اوران مصنفوں کی تقلید اور نقالی ہے۔ منتقی للمجد ابن تیمیہ، اور اس کی شرح، شوکانی کی نیل الاوطار، حافظ ابن حجر کی شرح بخاری فتح الباری اوران کی کتاب تلخیص الحبیر،

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کی تشریح بخاری سے بھی مبارکپوری صاحب نے بہت استفادہ کیا ہے، مگر ساتھ ہی ان کے حنفی ہونے کے جرم میں یجمع بین الغث والثمین کے شاندار لقب سے بھی ان کونوازتے ہیں۔

علامہ احمد شاکر نے جو بات کہی ہے وہ صدفی صد صحیح ہے۔ اس کی صداقت وحقیقت معلوم کرنے کیلئے تحفۃ الاحوذی پر محدث اعظمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے استدراکات کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ اس شرح کی اہل علم کے نزدیک قدروقیمت کچھ بہت زیادہ نہیں ہے۔ مولانا مبارکپوری کا حال تو یہ ہے کہ احادیث کی تخریج کے موقع پر عام متداول کتابوں میں جو احادیث ہیں بسا اوقات ان پر بھی ان کی نظر نہیں ہوتی ہے، نیز حدیث کا صحیح لفظ کیا ہے اور غلط لفظ کیا ہے اس کا بھی

(۱) نقلا عن كتاب الدكتور عين الحق (ص ۳۸) في ترجمة المباركفوري (ص ۱۳۸)

ان کو پتہ نہیں چلتا ہے۔

حضرت اعظمی کے استدراکات سے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت امام ترمذی نے دجال کے خروج کی علامات میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس باب کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوسعید خدری کی بھی حدیث ہے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت کو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دیکھا جائے کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ مولانا اعظمی، مبارکپوری صاحب پر تعجب کرتے ہیں کہ ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث تو مسلم میں نظر آ گئی اور مسلم ہی میں حضرت ابوسعید کی بھی حدیث ہے وہ ان کو نظر نہیں آئی اور ابوسعید خدری کی تخریج تو بخاری میں بھی ہے۔

اندازہ لگایئے کہ مبارکپوری صاحب کتنے وسیع اور علم حدیث کے ماہر ہیں کہ بخاری و مسلم میں بھی جو احادیث ہیں ان کا ان کو پتہ نہیں ہے!

(۲) حوض کوثر کے برتنوں کے بارے میں حضرت ابوذر کی ایک روایت ترمذی میں ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حذیفہ بن یمان اور مستورد ابن شداد کی بھی روایت ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھا جائے کہ ان دونوں کی حدیثیں کہاں ہے؟ مولانا اعظمی فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے ان کی تخریج مسلم میں کی ہے۔

(۳) مولانا مبارکپوری نے مسند احمد کے حوالے سے حضرت عائشہ کی ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں لفظ اعتراب آیا ہے، مولانا اعظمی فرماتے ہیں کہ اعتراب صحیح نہیں ہے بلکہ اعتراث صحیح ہے، مولانا مبارکپوری کو صحیح لفظ کا پتہ نہیں چل سکا۔

بات طویل نہ ہو اس لئے میں نے صرف تین نمونے مولانا مبارکپوری کی علم

حدیث کی مسلم قابلیت کے ذکر کئے ہیں ورنہ "اس گلشن میں پھول اور بھی ہیں"

مولانا مبارکپوری انتہائی درجہ کے متعصب عالم تھے، اور غیر مقلدیت کا نشہ ان پر پوری طرح چڑھا ہوا تھا، اس وجہ سے احناف کے مستدلات کو کمزور بنانے کی پوری سعی کرتے ہیں اور اس میں انصاف و دیانت کا ایسا خون کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

مولانا مبارکپوری کے کلام میں تعارض بہت ہوتا ہے مگر ان کو اس کا پتہ نہیں چلتا، مثلاً کہیں امام ترمذی کو من ائمة هذاالشان کے عظیم لقب سے یاد کرتے ہیں مثلاً ظہر کی نماز جلدی پڑھنے کے سلسلہ میں ایک ضعیف حدیث ہے مگر امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کا حسن کہنا قابل اعتبار ہے، وهو من ائمة هذا الفن یعنی امام ترمذی فن حدیث کے اماموں میں سے ہیں۔ (ص ۱۴۹ ج ۱)

اور جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا تو مبارکپوری صاحب کی غیر مقلدیت میں ابال آگیا اور طنطنہ کے لہجہ میں فرماتے ہیں:

ان حديث ابن مسعود ليس بصحيح ولا بحسن بل هو ضعيف لا يقوم بمثله حجة ، واما تحسين الترمذى فلا اعتماد عليه لما فيه من التساهل (ص ۲۲۰ ج ۱)

یعنی حضرت ابن مسعود کی حدیث نہ صحیح ہے اور نہ حسن ہے، یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ رہا امام ترمذی کا حسن کہنا تو ان کے حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں تساہل ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے
انداز حسن آپ کا اللہ کی پناہ
مقتل بنادیا جدھر اٹھی تری نگاہ

آپ دیکھیں گے کہ غیر مقلدین کے اس دعویٰ کی سچائی پر کھنے کے لئے کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے۔ دو سو صحیح حدیث کو بطور نمونہ ذکر کیا گیا ہے، چونکہ ان کے اس دعویٰ کو پر کھنے کے لئے ہر صاحب عقل وانصاف کے لئے یہ نمونے کافی سے زائد ہیں (ورنہ ان کی تعداد اور بھی بڑھائی جاسکتی تھی) اس لئے اتنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ بہر حال اب آپ کتاب شروع کریں اور غیر مقلدین کے مذکورہ دعویٰ کی حقیقت اور سچائی معلوم کریں، اللہ کرے یہ کتاب مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہو اور عام مسلمان غیر مقلدین کے دھوکے اور فریب میں نہ آئیں۔ (آمین)

محمد ابوبکر غازی پوری

۶/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین نے پیشاب سے نجس ہونے والے پانی کی حدیث کا انکار کیا

(۱)..... صحاح ستہ میں پانی کے نجس ہونے کے بارے میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیه

یعنی تم میں کا کوئی آدمی اس پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے جو جاری (بہتا ہوا) نہ ہو، پھر اس میں غسل کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو پانی بہتا ہوا نہ ہو، ٹھہرا ہوا ہو اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر، اس صحیح حدیث کا مولانا مبارکپوری صاحب، صاحب تحفۃ الاحوذی غیر مقلدوں کے مشہور عالم یوں انکار کرتے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب ابکار المنن فی تنقید آثار السنن میں فرماتے ہیں:

واما الا ستدلال بحدیث لا یبولن فلانه بعد تسلیم دلالته علی التسلیم والتنجس انما یفید تنجس الماء الدائم بالبول فی الجملة لا علی تنجس کل مائه. (ص:۹)

مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اولاً تو ہمیں تسلیم نہیں کہ اس حدیث سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا حرام ہے اور اس سے پانی نجس ہوگا اور اگر ہم اس حدیث سے یہ تسلیم بھی کرلیں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا حرام ہے اور اس سے پانی نجس ہوگا تو اس حدیث کا فائدہ صرف اتنا ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا پانی کچھ ہی نجس ہوگا سب پانی نجس نہیں ہوگا۔

حدیث پاک مطلق ہے اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنی رائے سے حدیث کا مطلب جو بیان کررہے ہیں ناظرین اس پر غور فرمالیں۔

(۲)...... مسلم شریف کی روایت ہے جس کو حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مولانا مبارکپوری نے پہلی حدیث کی جو تشریح کی ہے وہی تشریح یہاں بھی وہ کریں گے۔

(۳)...... مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تبل فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل منه.

یعنی تم ٹھہرے ہوئے پانی جو جاری نہ ہو اس میں پیشاب مت کرو، پھر اس میں غسل کرو۔

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً منع ہے، خواہ پانی کم ہو یا زیادہ ہو،

حضرت نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

البول فیه منهي عنه سواء اراد الا غتسال فیه او منه ام لا. (ص:۱۳۸)

یعنی اس طرح کے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے، چاہے اس میں یا اس سے

نہانے کا ارادہ کرے یا نہ کرے، یعنی یہ پانی نجس ہے۔ اللہ کے رسول نے نہ تھوڑے کی قید لگائی اور نہ زیادہ کی، تو ہر صحیح حدیث پر جان چھڑکنے والوں کو اور "ہم اہل حدیث ہیں برادر، قول نبی ہے ہمارا راہبر" پڑھنے والوں کو کیا حق پہونچتا ہے کہ اپنی رائے سے مطلق حدیث کو مقید کریں۔

تھوڑی نجاست سے پانی کے نجس ہونے والی حدیث کا انکار

(۴)..... بخاری شریف کی مشہور روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا استیقظ احدکم من منامه فلیغسل یده قبل ان یدخل فی الاناء فانه لایدری این باتت یدهٗ وفی روایة مسلم فلیغسل یده ثلاثا.

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جب کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے دھولے، اس لئے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس نے رات بدن کے کس حصہ پر گذاری ہے۔ (یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا ہاتھ پیشاب پیخانہ کی جگہ پر پڑا ہو،

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی نجاست سے بھی پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ پانی کم ہو یا زیادہ۔

مولانا مبارکپوری اس صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه لا یدل الاعلی تنجس الماء فی الجملة لا علی الکلیة (ابکار: ص۱۰)

یعنی یہ حدیث بھی پانی کے فی الجملہ نجس ہونے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ کلی طور پر۔

کیا مولانا یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ پانی میں اس طرح کا ہاتھ ڈالنے سے پانی کا کچھ حصہ نجس ہوگا سب پانی نجس نہیں ہوگا؟ مولانا کا فی الجملہ اور لاعلی الکلیة ہمارے لئے چیستاں بن گیا ہے،(۱)

کنویں میں آدمی کے گرنے اور مرجانے والی حدیث کا انکار

(۵)......طحاوی شریف اور مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت ہے جو بالکل صحیح ہے، جس میں ہے کہ حضرت عطار حمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی آدمی زمزم کے کنویں میں گرا اور مرگیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ نے اس کا پانی صاف کرایا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی پانی میں گرے اور مرجائے تو پانی کنویں سے صاف کرایا جائے گا، مگر چونکہ مولانا مبارکپوری کا مذہب یہ ہے کہ پانی پاک کا پاک ہی رہے گا اس وجہ سے اس صحیح حدیث کو رد کر دیا، مولانا فرماتے ہیں:

سلمنا صحة اسناده ولكن تقرر ان صحة الاسناد لا تستلزم صحة المتن (۲)، ولو سلمنا صحته فيحتمل ان يكون نزح الماء لنجاسة ظهرت على وجه الماء او تطييبا للقلوب او تنظيفا للماء فان زمزم للشرب، لامن جهة الوجوب الشرعي، (ابکار ص ۶۷)

پوری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں تسلیم ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہے مگر

---

(۱) کوئی یہ نہ کہے کہ مولانا مبارکپوری تو دوسرے کا کلام نقل کر رہے ہیں، ان کی خود کی یہ بات نہیں ہے۔ میں کہوں گا کہ مولانا مبارکپوری اس بات کو صحیح سمجھ کر نقل کر رہے ہیں، اس لئے یہ بات خود ان کی ہے۔

(۲) مبارکپوری صاحب کو دو قاعدے بہت یاد ہیں، سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ہے اور سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ ان دونوں قاعدوں کا سہارا لے کر جب چاہا صحیح حدیث کا انکار کر دیا اور جب چاہا ضعیف حدیث کو صحیح بنادیا۔

اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کا متن بھی صحیح ہے، اس لئے کہ
سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ اگر حدیث صحیح بھی ہو تو پانی کا نکالنا
تھا کہ پانی کے اوپر نجاست ظاہر ہوئی ہوگی یا محض لوگوں کے دلوں کو
پانی نکالا گیا ہوگا اس لئے کہ زمزم کا پانی پینے کے لئے ہوتا ہے، پانی کا نکالنا
وجہ سے نہیں تھا،

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ ان خانہ ساز احتمالات کی وجہ سے
دلیل نہیں ہے، مولانا مبارکپوری صاحب نے ایک صحیح حدیث کو رد کر دیا۔

اگر اس طرح کے احتمالات سے کوئی دوسرا کسی حدیث
غیر مقلدیت میں ہنگامہ برپا ہو جاتا۔

(۶)..... دارقطنی میں بھی اسی طرح کی ایک حدیث ہے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح
پیش آیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آدمی کو نکلوا
صاف کرایا تھا، مگر مولانا مبارکپوری نے اس صحیح حدیث کا بھی انکار کر دیا،
البانی نے بھی اس حدیث کا صحیح ہونا تسلیم کیا ہے۔ کتاب کا محشی
کہتا ہے کہ صححہ الا عظمی ووافقہ الالبانی بالسکوت علیہ
نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور البانی نے ان کی موافقت کی ہے۔ (ص ۳۷)

شرم گاہ کی رطوبت والی حدیث کا انکار

(۷)..... ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں یہ حدیث ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھا کرتے
تے جس کپڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی سے صحبت کی ہوتی؟

ہیں کہ ہاں اگر اس کپڑا میں گندگی نہ ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت ہو یا مرد کی منی ہو وہ ناپاک ہے اور ایسے کپڑے میں نماز نہیں ادا کی جائے گی، مگر حضرت مبارکپوری شوکانی غیر مقلد کی تقلید میں فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے، منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث میں اذا لم یر فیه اذیً کا لفظ ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کپڑے میں گندگی نہ دیکھتے تو نماز پڑھتے اور اذی کا مطلب یہاں منی کا ناپاک ہونا نہیں ہے بلکہ ہر گندی چیز کو اذی کہتے ہیں، خواہ پاک ہو یا ناپاک اور اس کے لئے حوالہ دیا ہے ابن رسلان کی شرح ابی داؤد کا۔

مبارکپوری نے کتاب کا غلط حوالہ دیا

مگر محشی نے ان حضرات کی بات کو رد کر دیا ہے، وہ لکھتا ہے:

لم یتیسر لی الوقوف علی هذا الشرح ولا علی هذا القول فی احدی کتب شروح الحدیث وفی کتب اللغة (ص:۱۱۵)

یعنی مولانا مبارکپوری نے ابن رسلان کی جس شرح ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کس دنیا کی کتاب ہے اور اذی کا جو مطلب مؤلف نے بیان کیا ہے اس کا ذکر نہ حدیث کی کتابوں کی شروحات میں مجھے ملا اور نہ لغت کی کسی کتاب میں۔

ناظرین اندازہ لگائیں کہ مبارکپوری صاحب صحیح حدیث کو رد کرنے کیلئے کیسی کیسی حرکت کرتے ہیں۔ مولانا مبارکپوری صاحب نے اذی کا جو معنی بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو پھر پاک کپڑے میں بھی نماز جائز نہ ہوگی، اس لئے کہ ان کے نزدیک اذی کا اطلاق پاک چیز پر بھی ہوتا ہے۔

جوش جنوں میں دیکھو کہاں تھے کہاں گئے

منی کو نجس بتانے والی حدیث کا انکار

(۸)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تر کپڑے میں منی لگی ہو اور وہ تم کو نظر آئے تو اس جگہ کو دھواور اگر وہ نظر نہ آئے تو سارا کپڑا دھوئے۔ (طحاوی)

اس حدیث کو مولانا مبارکپوری رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس کی سند میں زہری ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس حدیث کو طلحہ بن عبداللہ سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے یہ حدیث صحیح کیسے ہوگی۔ (ص:۱۱۸)

سبحان اللہ حضرت امام زہری کی حدیث کو بھی حضرت مبارکپوری رد کرنے لگے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بخاری و مسلم کی پچاسوں حدیثیں جن کو امام زہری نے عن سے روایت کیا ہے، سب کو مولانا مبارکپوری رد فرمادیں گے۔

مولانا مبارکپوری نے ''تدلیس'' کا سہارا لے کر اور اس بہانے بڑے بڑے محدثین کو ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ جس کا تماشہ جگہ جگہ اس کتاب میں آپ دیکھیں گے۔

جس زہری کی حدیث کو مدلس کہہ کر رد کردیا ہے یہ حضرت امام مالک کے سب سے بڑے استاذ ہیں، جن کے بارے میں حضرت مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں:

متفق علی جلالته واتقانه وهو احد الأئمة الاعلام وعالم الحجاز والشام قال الليث مارأيت عالما قط اجمع من ابن شهاب.

یعنی امام زہری کی جلالت شان اور ان کے حدیث میں پختہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ بڑے ائمہ حدیث میں سے تھے وہ حجاز اور شام کے عالم ہیں، امام لیث نے فرمایا کہ ان سے زیادہ علوم کا جامع میں نے کسی کو نہیں دیکھا (تحفہ: ص ۱۸ ج ۱)

مبارکپوری صاحب نے بخاری شریف کی لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی حدیث پر ہاتھ صاف کردیا

حضرت امام مبارکپوری نے امام زہری کا عنعنہ رد کر کے قرأت خلف الامام کا مسئلہ ہی چکا دیا، اس لئے کہ غیر مقلدین جس حدیث سے قرأت خلف الامام پہ استدلال کرتے ہیں وہ حضرت امام زہری سے بلفظ عن مروی ہے، حدیث دیکھئے بخاری میں ہے:

حدثنا علی بن عبداللہ حدثنا سفیان حدثنا الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن صامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب،

یعنی امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان اور سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے زہری نے بیان کیا اور زہری نقل کرتے ہیں محمود بن ربیع سے اور محمود حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

محدثین نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے احادیث کے بیان کرنے میں سند کو ضروری قرار دیا ہے۔ نہ اس لئے کہ اس کو اپنی خواہشات کے تابع کر کے جس حدیث کو چاہا صحیح کہہ دیا اور جس حدیث کو چاہا ضعیف قرار دے دیا اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو نہ معلوم کتنی صحیح احادیث رسول ناقابل اعتبار بن جائیں گی غیر مقلدین کی انہی حرکتوں کی وجہ سے انکار حدیث کا دروازہ کھلا ہے۔

خیر القرون کے محدثین کی عن والی روایت معتبر ہیں

محدثین کی جماعت کا وہ فرد جس سے ائمہ حدیث نے بلا کسی جرح کے حدیث لی ہے تو اگر وہ عن سے بھی کسی حدیث کو بیان کرے تو ہمیں اس پر اعتماد کرکے اس حدیث کو معتبر ماننا پڑے گا، ورنہ خود اس امام کی ذات مجروح ہوگی۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام زہری کا عنعنہ ناقابل اعتبار ہو اور بخاری و مسلم جیسے ائمہ حدیث ان سے عن سے روایت کریں؟(۱)

(۹)......اس سلسلہ کی ایک روایت حضرت جابر بن سمرہ کی طحاوی شریف میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ ان سے جماع والے کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں تم نماز پڑھ سکتے ہو، الا یہ کہ کپڑے میں تم کو منی نظر آئے اگر ایسا کپڑا ہے تو اس کو چھینٹا مت مارو کپڑا دھولو، چھینٹا مارنے سے منی اور پھیلے گی اور کپڑا مزید نجس ہوگا۔

یہ روایت حسن درجہ کی ہے، مگر مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کو بھی یہ کہہ کر مردود قرار دیا کہ اس کی سند میں عبدالملک بن عمیر ہے جس کے حافظہ میں تغیر ہوگیا تھا اس لئے یہ حدیث حسن کیوں ہوگی، (ابکار، ص ۱۱۹)

دیکھا آپ نے مبارکپوری صاحب کیسے پکے اہل حدیث ہیں، یعنی حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم انہیں محدثین کی احادیث کو قبول کریں گے جس کا حافظہ کبھی متغیر نہ ہوا ہو، مگر کون ان کو بتائے کہ ایسے محدثین آپ کو کم ہی نظر آئیں گے جن کے حافظہ میں تغیر نہ ہوا ہو، حالانکہ محدثین صراحت کرتے ہیں کہ جن محدثین کے حافظہ میں تغیر پیدا ہوا اگر وہ ثقہ ہیں تو ان کی وہ احادیث جو حافظہ میں تغیر پیدا ہونے سے پہلے کی ہیں

(۱) تحفہ میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ دوسری اور تیسری صدی تک محدثین میں تدلیس زیادہ رہی ہے اور سلف میں بھی اس کا رواج زیادہ رہا ہے۔ اگر مبارکپوری کی یہ تحقیق صحیح ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ ان حضرات محدثین کے نزدیک عنعنہ سے روایت کرنا کوئی عیب نہیں تھا۔

بالاتفاق قبول کی جائیں گی، مولانا مبارکپوری نے جوش غیر مقلدیت میں اس حدیث کورد تو کردیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث حافظہ میں تغیر آنے کے بعد کی ہے یا پہلے کی۔

حلال جانور کے پیشاب کے نجس ہونے کا انکار

(۱۰)......مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے یہاں ان جانوروں کا پیشاب پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، ناپاک اور نجس پیشاب صرف آدمی کا ہے یا ان جانوروں کا ہے جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔

مولانا مبارکپوری نے اس بارے میں بخاری و مسلم کی ان احادیث کا انکار کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک تو پیشاب سے بچتا نہیں تھا اور دوسرا غیبت کیا کرتا تھا۔

غیر مقلدین کے نزدیک صرف آدمی کا پیشاب نجس ہے

اس حدیث میں لا یستتر من البول کا لفظ ہے، یعنی مطلقاً بول کا لفظ وارد ہوا ہے، جو آدمی کا پیشاب ہو کہ غیر آدمی کا سب کا شامل ہے مگر مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بول کا لفظ ہے اس سے مراد صرف آدمی کا پیشاب ہے، غیر آدمی کا نہیں۔ اس لئے نجس اور ناپاک پیشاب صرف آدمی کا ہوگا جب کہ محدث خطابی فرماتے ہیں کہ یہاں بول سے عام بول مراد ہے، خواہ انسان کا پیشاب ہو یا ماکول اللحم جانوروں کا۔ (ابکار: ص ۱۱۹)

اگر مبارکپوری صاحب کی بات صحیح ہے تو پھر ان جانوروں کا پیشاب بھی

پاک ہوگا جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔ مبارکپوری صاحب کوئی حدیث الگ سے پیش کریں جس سے حرام گوشت والے جانوروں کا پیشاب نجس اور ناپاک ہونا معلوم ہو۔

(۱۱) اسی مسند کی ابن ماجہ کی بھی ایک روایت ہے، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ لفظ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکثر عذاب القبر من البول، یعنی قبر کا زیادہ تر عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھی بول کا لفظ مطلق وارد ہے، مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بھی بول سے مراد آدمی ہی کا پیشاب ہے۔ (ایضا ص ۳۰۳)

حالانکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے عام بول مراد لیا ہے، خواہ آدمی کا ہو یا غیر آدمی کا۔

(۱۲) اسی مسند کی حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ایک حدیث ہے، جس کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر پیشاب لگ جائے تو اسے دھولو، اس لئے میرا خیال ہے کہ عام طور پر قبر کا عذاب اسی سے ہوتا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص آدمی کے پیشاب کے بارے میں نہیں پوچھا بلکہ مطلق پیشاب کا حکم معلوم کیا تھا اور آپ نے ان کو مطلق پیشاب کا حکم بتلایا، مگر مبارکپوری صاحب بضد ہیں کہ اس حدیث میں بھی پیشاب سے مراد عام پیشاب نہیں ہے، بلکہ صرف آدمی کا پیشاب مراد ہے غیر مقلدیت اسی کا نام ہے اور انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلتا ہے۔

ایک لطیفہ

یہاں ایک عجیب لطیفہ یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری جس حدیث کی بنیاد پر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو اتنے اصرار اور اتنی ضد سے پاک و طاہر بتلا رہے

ہیں وہ عرنیین کی حدیث ہے، جس میں ہے کہ اس قبیلہ کے کچھ لوگ مدینہ شریف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، مدینہ کی آب وہوا ان کو راس نہیں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا دودھ اور اس کا پیشاب پینے کو ان کا علاج تجویز کیا مبارکپوری صاحب اس حدیث کی روشنی میں کھانے والے تمام جانوروں کا پیشاب قیاس سے پاک بتلا رہے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا علاج پیشاب پینے کو تجویز کیا تو اونٹ کا پیشاب پاک ہوگا اور جب اونٹ کا پیشاب پاک ہوگا تو چونکہ اونٹ ماکول اللحم جانور ہے، اس لئے تمام ماکول اللحم جانور کا پیشاب پاک ہوگا، یعنی اونٹ کے پیشاب کی طہارت تو نص حدیث سے ثابت ہوئی اور بقیہ جانوروں کے پیشاب کی طہارت قیاس سے مولانا ثابت کر رہے ہیں، یعنی وہی قیاس جو غیر مقلدین کے نزدیک شیطان کا کام ہے۔

اور دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ پر لطف اور قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ اس حدیث سے جس طرح کھانے والے جانوروں کے پیشاب کی طہارت معلوم ہوتی ہے اسی طرح ان کے پیشاب کا پینا بھی جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر مولانا مبارکپوری صاحب پیشاب پینے کے بارے میں کوئی فتویٰ نہیں صادر کر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے حدیث کو سامنے رکھ کر یہ مذہب نہیں اختیار کیا ہے بلکہ اپنے جی سے ایک حکم گڑھ کر کے حدیث رسول کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ان کی بات حدیث کی روشنی میں ہوتی تو غیر مقلدین کے مذہب میں خصوصاً مبارکپوری صاحب کے نزدیک کھانے والے جانوروں کا پیشاب پینا بھی جائز ہوتا، ممکن ہے کہ جائز ہو اور ہمیں معلوم نہ ہو۔

میخانہ اسرار میں رعنائی افکار
اک تیری عنایت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

مبارکپوری کے نزدیک صرف گدھے کا پیخانہ نجس ہے

(۱۴)......مبارکپوری صاحب کے نزدیک صرف گدھے کا پیخانہ نجس ہے اور جانوروں کا نہیں، بخاری شریف میں یہ حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لائے تو مجھے حکم دیا کہ تین پتھر لاؤ، مجھے دو پتھر ملا میں تیسرے پتھر کی جگہ گدھے کی لید لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید والا ٹکڑا پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ سب جانوروں کا پیخانہ نجس نہیں ہے بلکہ صرف گدھے کا پیخانہ نجس ہے۔

حضرت کا ارشاد ملاحظہ ہو:

فان دل حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ علی نجاسة الروث فانما يدل علی نجاسة روث الحمار لا علی نجاسة مطلق الروث (ابکار:ص۱۵۲)

یعنی اگر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گوبر کی نجاست کو بتلاتی ہے تو صرف وہ گدھے ہی کے پاخانہ کے نجس ہونے کی دلیل ہے نہ کہ تمام گوبر کے نجس ہونے کی۔

کیا خوب! ''اللہ کرے تراحسن جہاں تاب''

اللہ کے رسول کی حدیث میں مبارکپوری کو شک ہے

اور لطف یہ ہے کہ مبارکپوری صاحب کو اللہ کے رسول کے اس واضح اور صریح حکم کے بعد بھی شک ہی ہے کہ گدھے کی لید بھی پاک ہے کہ ناپاک، مولانا کے

کلام میں غور فرمائیں وہ اپنی بات ''فان'' سے شروع کررہے ہیں، جس کا صاف مطلب ہے کہ مولانا کو گدھے کی لید کی نجاست کے بارے میں بھی شک ہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں اس کا یقین نہیں ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا نہ مکروہ نہ خلاف ادب

(۱۴)......مبارکپوری صاحب کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (یعنی بطور عادت) نہ خلاف ادب ہے اور نہ مکروہ ہے، اور اس کے خلاف ادب یا مکروہ ہونے کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کے ثقہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے، اپنے اسی خانہ ساز اصول کی بنیاد پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس صحیح حدیث کو ٹھکرا دیا، حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم خلیفہ راشد فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا ہے۔ اس حدیث کو بزار نے صحیح سند سے روایت کیا ہے اور محدث ہیثمی فرماتے ہیں: رجالہ ثقات یعنی اس حدیث کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں، ہیثمی کی یہ بات کہ اس کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں اور حدیث صحیح ہے۔

مبارکپوری کے نزدیک ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث بھی ضعیف

مبارکپوری صاحب کو تسلیم نہیں وہ فرماتے ہیں کہ: **کون رجال الحدیث ثقات لا یستلزم صحته** (ابکار: ص ۱۶۷)

یعنی حدیث کے راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا ہے، جب کہ بخاری ومسلم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث بھی ہے۔ **من حدثکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

بـال قـائـماً فلا تصدقوه ماکان یبول الاجالساً ، یعنی اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو اس کی بات کو سچ مت جانو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی نہیں تھی ، اور بلا کسی عذر کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی عادت بنانا شریعت میں مبغوض ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کو جس کو بزار نے روایت کیا ہے البانی نے اور مولانا عبیداللہ مبارکپوری نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ابکار حاشیہ: ص ۱۶۶) مگر مبارکپوری صاحب اس حدیث کو غلط ٹھہرانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

نماز میں نکسیر پھوٹنے والی حدیث کا انکار

(۱۵)..... مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت ہے:

اذا رعف الرجل فی الصلوٰۃ او ذرعہ القئ او وجد مذیا فانہ ینصرف فلیتوضأ ثم یرجع فیتم مابقی علی ما مضی مالم یتکلم.

یعنی اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کی ناک سے خون نکلے یا منہ بھر کر قے آئے یا اس کو مذی نکلنے کا احساس ہو تو نماز سے واپس ہوجائے اور وضو کرے اور پھر واپس آکر اگر اس نے بات نہیں کی ہے تو اپنی بقیہ نماز کو پوری کرے۔

مولانا مبارکپوری صاحب اس صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زہری ہیں اور انہوں نے سالم سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے روایت صحیح کیسے ہوگی؟ (ابکار: ص ۱۹۷)

میں کہتا ہوں کہ اس سند کا ایک ایک راوی صحت کے انتہائی درجہ پر ہے مگر مبارکپوری صاحب کے جذبہ اتباع سنت نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس صحیح روایت کو مردود قرار دیں اور زہری کو مدلس کہہ کر مسلم و بخاری اور احادیث کی کتابوں کی ان تمام روایتوں کو باطل و مردود قرار دیں، جن کو زہری نے عن سے روایت کیا ہے۔
غیر مقلدیت اسی شتر بے مہاری کا نام ہے۔

بیکار شکایت ہے کانٹوں سے چمن والو
چبھتے ہیں تو یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے

مس ذکر سے وضو کے نہ ٹوٹنے والی حدیث کا انکار

(۱۶)..... احادیث کی متعدد کتابوں میں طلق بن علی کی حدیث ہے کہ ایک آدمی نے نماز کی حالت میں اپنا ذکر (آگے کی شرم گاہ آلہ تناسل) چھوا پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ جس نے اپنی آگے کی شرم گاہ کو ہاتھ لگایا تو کیا اسے وضو کرنا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہ تناسل تو تمہارے بدن کا ایک حصہ ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری کے سوا تمام صحاح ستہ کے مصنفین نے ذکر کیا ہے اور ابن حبان، طبرانی اور ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے، مگر مبارکپوری صاحب کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے، اور منسوخ ہے یعنی ان کے نزدیک اگر شرم گاہ پر آدمی کا ہاتھ پڑ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور چونکہ مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹنے کا مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی ان سب صحابہ کرام کا ہے، تو مبارکپوری صاحب غیر مقلدیت کے انداز میں فرماتے ہیں کہ ان حضرات صحابہ کرام کو مس ذکر سے وضو ٹوٹنے والی حدیث نہ پہونچی ہوگی۔

صحابہ کرام کو حدیث نہیں پہونچی مبارکپوری کو پہونچ گئی

یعنی مولانا عبدالرحمن کو جو حدیث پہونچ گئی صحابہ کرام ان سے محروم رہے۔ دیکھا آپ نے غیر مقلدین کس انداز میں صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اور ... ہو گئے۔ "[illegible]" مبارکپوری صاحب کو یہ کہتے ہوئے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعود اور حضرت علی جیسے صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھی ... یعنی مبارکپوری صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات کرام کو وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا مسئلہ بھی نہیں معلوم تھا۔

(۱۷) طحاوی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ انہ لا یریٰ فی مس الذکر وضوء۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کا مذہب یہ تھا کہ ذکر کا چھونا ناقض وضو ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

(۱۸) موطا امام محمد میں ہے کہ ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی شرمگاہ کو چھولوں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے جسم کا نجس حصہ ہے تو اسے کاٹ ڈالو۔ اس کی بھی سند حسن ہے۔

(۱۹) حضرت امام محمد نے موطا میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔ ان سے مس ذکر کا مسئلہ معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ تو تمہارے جسم کا ٹکڑا ہے۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ مبارکپوری صاحب ان تمام احادیث کے منکر ہیں۔

اکٹھے پانچ راویوں کی روایت کردہ حدیث کا انکار

(۲۰) حضرت امام طحاوی نے اکٹھے پانچ صحابہ کرام سے، حضرت علی سے، حضرت عبداللہ بن مسعود سے، حضرت حذیفہ سے، حضرت عمران بن حصین سے

اور ایک اور صحابی (رضی اللہ عنہم) سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام مس ذکر سے وضو کے قائل نہیں تھے، اور اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں، مگر علامہ مبارکپوری کہتے ہیں کہ نہیں، جناب یہ آثار صحابہ صحیح نہیں ہیں ضعیف ہیں، اور ہم کو ان صحابہ کرام کا یہ فتویٰ قبول نہیں ہے۔ مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حضرت حسن بصری کا اثر ہے اور ان کا سماع ان صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے، اس لئے یہ اثر منقطع ہے۔ (ص:۲۱۸)

بخاری شریف کی روایت کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس حدیث کا انکار

(۲۱)...... حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے ایک حدیث ذکر کی ہے، جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھتے اور میں پاؤں پھیلائے ہوئے سوئی ہوئی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ کرتے وقت) مجھ کو اپنے ہاتھ سے دباتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، مگر مبارکپوری صاحب بخاری ومسلم کی اس حدیث کے خلاف فرماتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (ابکار، ص ۲۲۳)

اور بخاری ومسلم کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ لا دلالة فيه على المباشرة بل يحتمل ان المس كان بحائل (ص:۲۲۲)

یعنی ان احادیث میں اس کی دلیل نہیں ہے کہ براہ راست کھلے پاؤں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پڑتا تھا، بلکہ اس کا احتمال ہے کہ کسی آڑ کے ساتھ ہاتھ پڑتا ہو۔

مبارکپوری کا بخاری و مسلم کی حدیث کا رد کرنا محض شبہ کی وجہ سے ہے

تعجب ہے کہ مبارکپوری صاحب کو اس کا تو احتمال نظر آیا مگر اس کے خلاف احتمال نظر نہیں آیا، جب احتمال دونوں طرح کا ہے تو ان کو دوسرا احتمال کیوں نہیں نظر آیا؟ حالانکہ یہ دوسرا احتمال زیادہ قابل ترجیح ہے، اس لئے کہ سونے کی حالت میں پاؤں سے کپڑا سرک جاتا ہے اور پاؤں کا کچھ حصہ یا زیادہ حصہ کھلا رہتا ہے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ غیر مقلدین نے احادیث رسول کو صحیح اور ضعیف بتلانے کی اپنے ہاتھ میں چابی لے رکھی ہے، جس کو چاہا ضعیف کہہ دیا اور جس کو چاہا صحیح کہہ دیا۔ گویا ''بھیا بھے کوتوال اب ڈر کاہے کا'' کا معاملہ ہے۔

(۲۲) ...... حضرت عائشہ ہی کی روایت جو مسلم شریف میں ہے کہ ان کا ہاتھ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک پر پڑتا تھا،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا ناقض وضو نہیں ہے۔ محدث مبارکپوری مسلم شریف کی اس صحیح روایت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

(۲۳) ...... نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے اپنے پاؤں سے چھوتے۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا ناقض وضو نہیں ہے۔

عورت کے چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے والی تمام روایات کا انکار

ان تمام احادیث کا غیر مقلدین انکار کرتے ہیں، ان احادیث میں سے کئی

کوئی حدیث بھی خواہ وہ بخاری و مسلم ہی کی کیوں نہ ہو، قابل حجت اور قابل عمل نظر نہیں آتی، ہاں یہ قوالی گانی ضرور آتی ہے۔

بزم رائے بہ تقلیدیاں مشو ہمدم   کتاب وسنت احمد گزین وخدمت کن

یعنی تقلیدیوں (یعنی مقلدین) کی مجلس میں مت رہو، کتاب وسنت کو اختیار کرو اور دین کی خدمت کرو، (نواب بھوپالی)

(۲۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے بعض کو بوسہ لیتے اور بلا وضو کئے ہوئے نماز ادا فرماتے، روایت مسند بزار میں صحیح سند سے مروی ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، مگر مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بھی قبول نہیں ہے۔

حضرت مبارکپوری فرماتے ہیں:

كيف يكون هذا الحديث صحيحاً وفيه عبدالكريم الجزري وهو يروي هذا الحديث عن عطاء وروايته عن عطاء رديئة. (ص:۲۲۱)

یعنی یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی، اس کو تو عبدالکریم جزری عطاء سے روایت کرتا ہے اور اس کی عطاء سے روایت کردہ حدیثیں ردی (خراب) ہیں۔

مگر پھر ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ خود یہ عطاء کا قول ہے چلئے مان لیا کہ آپ کے نزدیک بزار نے جھوٹ کہا ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں ہے بلکہ مرسل ہے، اور حضرت عطاء ہی کا قول ہے تو کیا حضرت عطاء جو بات کہیں گے آپ اس کو رد کر دیں گے؟ امام بخاری تو حضرت عطاء کے قول سے دلیل لاتے ہیں اور آپ اتنے بڑے محدث ہیں کہ جس کی بات کو امام بخاری بطور دلیل کے قبول کرتے ہیں، اس کو آپ رد کرتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امام بخاری سے آمین

کے باب میں آمین کو دعا بتلانے کے لئے حضرت عطاء ہی کے قول سے دلیل پکڑی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قال عطاء آمین دعاء یعنی حضرت عطاء نے کہا ہے کہ آمین دعا ہے، اکابر محدثین کے ساتھ یہ رویہ صرف غیر مقلدین کا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ امام بخاری کے نزدیک تو حضرت عطاء کا یہ مقام کہ وہ بخاری شریف میں ان کے قول سے دلیل پکڑ رہے ہیں اور مبارکپوری صاحب مبارکپور میں رہ کر حضرت عطاء کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

"دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ"

(۲۵)...... تیمم کے سلسلہ کی یہ حدیث مسند بزار میں ہے، جن کی سند کو حافظ ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔ حضرت عمار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جب تیمم کریں تو ایک دفعہ ہاتھ مار کر چہرہ پر پھیر لیں اور ایک دفعہ اور ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی تک پھیر لیں،

حضرت حافظ ابن حجر نے تو اس حدیث کو حسن کہا ہے مگر مبارکپوری صاحب حافظ ابن حجر سے بڑھ کر ماہر حدیث اور فن رجال کے ماہر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے مبارکپوری صاحب کے کمال دیانت کی بات تو یہ ہے کہ حسن کہنے کا جو مطلب انہوں نے بیان کیا ہے وہ حافظ کے کلام کی صریح تحریف ہے، جس میں علماء غیر مقلدین کی مہارت مسلم ہے۔ سنئے مبارکپوری صاحب کیا فرماتے ہیں:

مقصود الحافظ ان اسناد عمار فی الضربتین حسن والحدیث ضعیف، یعنی حافظ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عمار کی حدیث تیمم میں دو دفعہ ہاتھ مارنے والی کی سند صحیح ہے، لیکن حدیث ضعیف ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب حافظ ابن حجر اس حدیث کی سند کو حسن کہہ رہے تھے مبارکپوری صاحب حافظ ابن حجر کے پیٹ میں گھسے ہوئے تھے، اور حافظ ابن حجر کا یہ مقصود ان کے پیٹ سے نکالا ہے۔

گڑھ گڑھ کر کے بات کرنا کوئی علماء غیر مقلدین سے سیکھے، یہ اس فن کے ماہر پہلوان ہیں۔

(۲۶)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دار قطنی میں ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرافق، یعنی تیمم ایک دفعہ چہرہ کے لئے مارنا ہے اور ایک دفعہ ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک مارنا ہے۔

اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے امام ذہبی اس کو صحیح کہتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ مگر مولانا مبارکپوری صاحب کو ان کبار محدثین کا فیصلہ منظور نہیں ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوزبیر مکی ہے وہ مدلس ہے، اس لئے اس کی سند صحیح کیسے ہوگی؟ مزید فرماتے ہیں کہ ابوزبیر کا جب تک جابر رضی اللہ عنہ سے صراحۃً سماع الحدیث ثابت نہ ہو اس کی سند کو صحیح نہیں کہیں گے۔ (ابکار: ص ۲۲۷)

ابوزبیر مکی کی روایتیں مسلم شریف میں کثرت سے ہیں، امام مسلم کو اس کا پتہ نہیں چلا کہ ابوزبیر کی روایت عن والی غیر معتبر ہیں، نیز امام حاکم، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر جیسے محدثین کو بھی اس کا پتہ نہیں چلا، پتہ چلا تو مبارکپور قصبہ کے مبارکپوری صاحب کو، انکار حدیث کا دروازہ یوں ہی کھلا ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ مبارکپوری صاحب اس حدیث کو صحیح ماننے کیلئے صراحۃً موصول سماع کی قید لگا رہے ہیں جب کہ امام بخاری کے علاوہ سارے محدثین حدیث کو مرفوع ہونے کیلئے صرف امکان لقاء کو کافی سمجھتے ہیں۔

(۲۷)...... بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کیا تو ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا، اور سر کا اور اپنی ہتھیلیوں کا مسح کیا، غیر مقلدین کا عمل

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث پر نہیں ہے، وہ ہتھیلی کے بجائے مرفقین یعنی کہنیوں
تک مسح کرتے ہیں۔

حضرت امام بخاری نے اس مضمون کی کئی روایتیں بخاری شریف میں ذکر
کی ہیں، غیر مقلدین کا عمل ان تمام روایتوں کے خلاف ہے، مگر موقع بے موقع یہ قوالی
ضرور گائیں گے۔ ''ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد''

(۲۸)...... مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم میں تمہارے لئے اتنا کافی ہے، پھر
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب بیدیه علی الارض ضربة واحدة ثم مسح
الشمال علی الیمین وظاهر کفیه ووجهه، دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا
پھر بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ پر اور دونوں ہتھیلیوں اور اپنے چہرہ کا مسح کیا۔

غیر مقلدین کا مذہب اس طرح تیمم کرنے کا نہیں ہے، البتہ امام بخاری کی
مدح سرائی میں زمین وآسمان کا قلابہ ضرور ملائیں گے۔

سنن کی کتابوں میں وہ روایتیں بھی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہیں، جن میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بغل تک کا تیمم میں مسح کیا تو
غیر مقلدین نے ان تمام صحیح رواتیوں کو چھوڑ رکھا ہے۔

(۲۹)...... مثلاً سنن ابی داؤد میں ایک روایت حضرت عمار بن یاسر کی ہے
فرماتے ہیں:

> لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کے
> لئے تیمم کیا تو لوگوں نے پاک مٹی پر ایک دفعہ ہاتھ مارا، پھر اپنے
> چہروں کا ایک دفعہ مسح کیا، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارا تو اپنے
> کندھوں اور بغلوں تک ہاتھوں کے نچلے حصہ سے مسح کیا۔

نسائی شریف میں بھی یہی روایت ہے اس میں یہ ہے کہ: فمسحوا با

وجوههم وایدیهم الی المناکب ومن بطون ایدیهم الی الإبط،

ابن ماجہ میں ہے فتیممنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المناکب، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کندھوں تک مسح کیا۔

غیر مقلدین نے ان تمام روایتوں کا جس میں بغل یا کندھوں تک تیمم میں مسح کرنے کا ذکر ہے سب کا انکار کیا ہے۔ مگر ان کا دعویٰ یہی ہے کہ ہم اہل حدیث لوگ ہر صحیح حدیث پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔

(۳۰)...... غیر مقلدین کا مذہب جیسا کہ معلوم ہے گرمی کی شدت کے زمانہ میں بھی اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ہے، انہوں نے اس بارے میں بخاری شریف کی متعدد روایتوں پر عمل کرنے کو چھوڑ رکھا ہے، مثلاً بخاری شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰة فان شدة الحر من فیح جهنم یعنی جب گرمی شدید ہو جائے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ کی شدت سے ہوتی ہے۔

(۳۱)...... بخاری شریف میں اسی سلسلہ کی یہ روایت بھی ہے جس کے راوی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ وقت کو ذرا ٹھنڈا ہونے دو، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا انتظار کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے اس لئے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

(۳۲)...... بخاری شریف میں ایک روایت اسی مضمون کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھی ہے۔

مگر غیر مقلدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واضح اور صاف فرمان اور حکم

کے عملاً منکر ہیں اور وہ شدید تر گرمی کے زمانہ میں بھی احناف کی ضد میں اول وقت میں نماز ادا کر کے اپنی نمازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ سے ہٹ کر ادا کرتے ہیں، جی ہاں یہ ہیں" مابلبلان نالاں گلزار محمد" کی قوالی گانے والے اور "ہم اہل حدیث ہیں برادر" قسم کے لوگ ان احادیث اور صحیح احادیث بخاری شریف کی احادیث کے عملاً منکر ہیں اور دوسروں کو طعنہ دیں گے کہ ان کا عمل صحیح حدیث پر نہیں ہوتا ہے۔

"ہائے شرم تم کو مگر نہیں آتی"

(۴۳)..... حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے، الابراد بالظهر فی السفر، یعنی مسافر کو چاہئے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھے، اس کے تحت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ ذرا وقت ٹھنڈا ہونے دو، پھر دوبارہ اس نے اذان دینی چاہی تو پھر آپ نے اس سے کہا کہ ذرا اور وقت ٹھنڈا ہو جانے دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے، گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

آپ ان احادیث میں غور کریں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گرمی کی شدت کی وجہ یہی بتلا رہے ہیں کہ گرمی کی شدت اس وجہ سے ہوتی ہے۔ مگر غیر مقلدین جو فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر کسی کی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی نہیں سنتے، نعوذ باللہ من شرور انفسنا، یعنی غیر مقلدین کے منہ میں "کہنے کی زباں اور ہے کرنے کی زباں اور"

(۴۴)..... عشاء کی نماز کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک

صحیح اثر ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے، عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب اس کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وان کان رجاله ثقات لکنه ضعیف ، یعنی اگرچہ اس اثر کے رواۃ ثقہ ہیں مگر یہ اثر ضعیف ہے۔ اور کیوں ضعیف ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی حبیب بن ثابت ہے اور اس نے اس اثر کو نافع بن جبیر سے عن سے روایت کیا ہے۔ (ص: ۲۴۵۵)

حبیب بن ثابت ہی پر اس اثر کا مدار ہے اور وہ مدلس ہیں،

معلوم ہونا چاہئے کہ حبیب بن ثابت مشہور تابعی ہیں اور ان کی روایت صحیحین میں بھی ہے اور بہت سی روایتیں عن سے ہی ہیں مگر امام بخاری و مسلم نے تو ان کی عن والی روایتوں کا اعتبار کیا ہے مگر مبارکپوری صاحب کی اہل حدیثیت ایک خاص قسم کی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی اہل حدیثیت سے اونچی ہے۔ اسی طرح سے انکار حدیث کا دروازہ مبارکپوری جیسے غیر مقلدین نے کھولا ہے۔

مجھے مبارکپوری جیسے لوگوں کا تضاد سمجھ میں نہیں آتا کہ راوی ثقہ بھی ہے اور اس کی حدیث ضعیف بھی ہے یہ عجیب تضاد ہے، ثقہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے باب میں قابل اعتماد ہے، تو اب وہ اگر مدلس اور مرسل بھی ہے تو بھی وہ قابل اعتماد ہے اور اس کی تدلیس اور اس کا ارسال حدیث کو ضعیف کرنے والا نہیں ہوگا، اگر اس کی تدلیس یا اس کے ارسال کی وجہ سے اس کی حدیث ضعیف ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قابل اعتماد نہیں ہے، اگر وہ قابل اعتماد ہوتا تو اس کی حدیث ضعیف کیسے ہوتی؟ بہر حال مدلس کو ثقہ بھی ماننا اور اس کی حدیث کو ضعیف بھی بتلانا عجیب قسم کا تضاد ہے۔ (۱)

(۳۵)..... حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے، **اسفروا بصلوٰۃ الفجر فان ذلک اعظم**

---

(۱) الحمد للہ اس قسم کا تضاد احناف کے یہاں نہیں ہے، خیر القرون کے محدثین کا ارسال اور ان کی تدلیس احناف کے یہاں قابل اعتبار ہیں۔

للاجر، یعنی صبح کی نماز کو اجالے میں پڑھو یہ اجر کے اعتبار سے بڑی بات ہے۔
یہ روایت مسند حمیدی، ابوداؤد شریف، ترمذی، نسائی وغیرہ احادیث کی کتابوں میں ہے اور محدثین نے اس کو صحیح بتلایا ہے، امام بخاری کے استاذ امام حمیدی کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے مگر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور جملہ اہل حدیث اس صحیح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے انحراف کے باوجود یہ حضرات پکے اہل حدیث ہیں۔

(۳۶)......اس سلسلہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک صحیح اثر ہے، علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مؤذن سے کہہ رہے ہیں کہ وہ فجر کی اذان اجالے میں دے۔
یہ اثر صحیح ہے اس کو مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ میں اور طحاوی میں نقل کیا گیا ہے، غیر مقلدوں نے اس صحیح اثر کا بھی انکار کیا ہے۔

(۳۷)......طحاوی اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ **کنا نصلی مع ابن مسعود فکان یسفر بصلاۃ الصبح**، یعنی ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرتے تھے تو وہ صبح کی نماز اسفار یعنی اجالے میں ادا کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ طحاوی کی سند میں ابواسحٰق سبیعی ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس کو عبداللہ بن یزید سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے یہ اثر ضعیف ہے۔

محدث کیسا بھی ثقہ ہو، امام حدیث ہو، تابعی ہو، لیکن اگر وہ مدلس ہے تو غیر مقلدین کے اکابر واصاغر اسکے اثر وحدیث کو بلا تکلف رد کر دیتے ہیں، منکرین حدیث نے انہیں جیسے غیر مقلدین کو دیکھ کر انکار حدیث کا راستہ اختیار کیا ہے، یہ بے

شرم ایسے ہیں کہ صحیح احادیث وآثار کا انکار کرنے کے باوجود انہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ یعنی زنگی نے اپنا نام کافور رکھا ہے۔

خوب یاد رکھو کہ مدلس راوی اگر ہر قسم کے لوگوں سے روایت کرتا ہے یعنی اس کو ثقہ اور غیر ثقہ مجروح وغیر مجروح کی تمیز نہیں ہے، تو ایسے ہی راوی کی تدلیس مضر ہے اگر سارے مدلسین کو ایک لاٹھی سے غیر مقلدین ہانکیں گے تو بخاری ومسلم سے بھی اعتماد اٹھ جائے گا۔

(۳۸)......حضرات غیر مقلدین کے یہاں اذان میں ترجیع ہے یعنی **اشهد ان لا اله الاالله** اور **اشهد ان محمدا رسول الله** کو پہلے آہستہ کہا جائے پھر اس کو زور سے کہا جائے، ان کے مذہب میں بلا ترجیع اذان دینی مسنون نہیں ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث میں جس کو ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور یہی حدیث اذان کے بارے میں اصل ہے اور سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، اس حدیث میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے، مگر غیر مقلدین اس صحیح اور اذان کے سلسلہ میں جو اصل حدیث ہے اس کے منکر ہیں۔

(۳۹)......مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے یہ حدیث ہے:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ان عبدالله بن زید الانصاری جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله رأیت فی المنام کان رجلا قام وعلیه بردان اخضران فقام علی حائط فاذن مثنی مثنی واقام مثنی،

یعنی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسول

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں اس نے ایک دیوار پر چڑھ کر اذان دی اور کلمات اذان کو دو مرتبہ ادا کیے اور اقامت کہی، اس کے کلمات کو بھی دو۔۔دو مرتبہ ادا کیا۔

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے ابن حزم فرماتے ہیں: ھذا اسناد فی غایۃ الصحۃ یعنی یہ انتہائی درجہ کی صحیح سند ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہے جاتے ہیں اقامت کے کلمات بھی دو دو ہی مرتبہ کہے جائیں گے، غیر مقلدین کا مذہب اس صحیح حدیث کے خلاف ہے، ان کے مذہب میں اقامت کے کلمات اکہرے کہے جاتے ہیں۔

اس صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

لاشک فی ان رجالہ رجال الصحیح لکن فی صحۃ اسنادہ نظر، وان زعم ابن حزم انہ فی غایۃ الصحۃ لان فیہ اعمش وھو مدلس فکیف یکون صحیحاً

(ابکار: ص ۲۹۲)

یعنی کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں، مگر اس کی سند کی صحت ہم کو تسلیم نہیں، اگرچہ ابن حزم کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی سند انتہائی درجہ کی صحیح سند ہے، یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی، اس کی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مبارکپوری صاحب نے بخاری و مسلم و احادیث کی دیگر کتابوں کی ان تمام احادیث کا بیک لفظ انکار کر دیا جن کی اسناد میں امام اعمش ہیں، امام اعمش مشہور محدث امام حدیث اور ثقہ راوی ہیں، بخاری و مسلم میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں جن کو وہ عن سے روایت کرتے ہیں، جس راوی پر بخاری و مسلم کو اعتماد ہے۔ مبارکپوری صاحب کے نزدیک اس کی عن والی روایت مردود ہے، انکار حدیث کا دروازہ انہیں جیسے غیر محتاط قسم کے لوگوں نے کھولا ہے، اگر اہل حدیث بھی

ہے تو اس اہل حدیثیت کو دور سے سلام،

محدثین نے کیسی کیسی محنت کر کے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ کیا اور غیر مقلدین احادیث کے بارے میں ایسے غیر محتاط ہیں کہ وہ بلا تکلف صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں، اور منکرین حدیث کو انکار حدیث کا حوصلہ دلاتے ہیں، اور بے شرمی کا عالم یہ ہے کہ یہ قوالی گاتے پھریں گے۔ ''ما بلبلان نالاں گلزار محمد''

(۴۰)......حضرت امام طحاوی نے طحاوی شریف میں دہری اقامت کہے جانے کی ایک اور صحیح حدیث ذکر کی ہے، اس کی سند میں بھی امام اعمش ہیں، اسی لئے مبارکپوری صاحب نے اس صحیح حدیث کا بھی انکار کر دیا، فرماتے ہیں:

اعمش نے اس کو عمرو بن عمرہ سے عن سے روایت کیا ہے۔ (ص: ۲۹۴)

(۴۱)......امام بیہقی نے صحیح سند سے خلافیات میں ابو اعمش کی حدیث ذکر کی ہے اس حدیث میں بھی اقامت کے کلمات کو دہرا کہنے کا ذکر ہے، مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کا بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اقامت کی تثنیہ کا ذکر اس حدیث میں محفوظ نہیں ہے۔ (ابکار: ص ۲۹۴)

امام بیہقی جو خود شافعی المسلک ہیں جن کے یہاں اقامت مفرد ہی کہی جاتی ہے ان کو تو اس حدیث کے رد کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی مگر مبارکپوری صاحب کی دور بین نگاہ نے اس وجہ کا پتہ لگا لیا، غور کرو احادیث صحیحہ کا انکار کون کرتا ہے، کیا اب بھی غیر مقلدوں کا منہ ہے کہ وہ کہیں کہ ہم لوگ اہل حدیث ہیں؟(۱)

(۴۲)......صحیح ابو عوانہ میں امام شعبی کی مرسل روایت ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں، اس مرسل حدیث کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت دہرے کلمات والی تھی۔

محدث مبارکپوری نے اس کو بھی یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس کی سند میں ابن مقسم

---

(۱) معلوم ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب نے نواب صاحب بھوپالی کی الروضۃ الندیہ کا بھی مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ نواب صاحب نے دہری اقامت کو ترجیح دیا ہے۔

راوی ہے جو کہ مدلس ہے۔(ابکار، ص ۲۹۹)

حالانکہ محدثین شعبی کے مراسیل کو صحیح کہتے ہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ امام شعبی وہ تابعی ہیں، جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا تھا، مگر غیر مقلدین کی جماعت میں مبارکپوری جیسے لوگ بھی ہیں، جن کے نزدیک ایسے بڑے تابعی کا مرسل بھی مردود ہے۔

(۴۳) .... حضرت ابومحذورہ کے اس اثر کو جس میں ہے کہ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں نے ابومحذورہ کو سنا کہ وہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو کہتے تھے، حضرت امام طحاوی نے اس اثر کو صحیح سند سے ذکر کیا ہے۔ مبارکپوری صاحب نے اس اثر کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ اس کی سند میں شریک القاضی ہیں، اگرچہ وہ سچے تھے مگر غلطیاں بہت کرتے تھے۔(ص: ۳۰۱)

یہاں ایک لطیفہ بیان کرنے کو جی چاہتا ہے، تھوڑی سی تفریح بھی ہو جائے گی اور عبدالرحمن مبارکپوری کا حدیث کے بارے میں معیار رد و قبول بھی معلوم ہو جائے گا۔

صحیح ابن خزیمہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ہے جو بالکل ضعیف ہے اس کی سند کا راوی مؤمل بن اسماعیل سخت مجروح ہے، مگر چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق ہے تو اس کو صحیح بنانے کے لئے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں:

سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف ورواية البيهقى هذه ضعيفة فهذه الرواية تكون شاهدة لرواية ابن خزيمة ولحديث هلب الذى ذكره النيموى فى هذا الباب واستدلال القائلين برواية ابن خزيمة وبحديث هلب لا برواية البيهقى هذه (ابکار، ص ۳۵۹)

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں تسلیم ہے کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے، اور بیہقی کی یہ روایت بھی (جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے)

ضعیف ہے، یہ روایت ابن خزیمہ کی حدیث کے لئے شاہد ہوگی، اس طرح ہلب والی حدیث کے لئے بھی شاہد ہوگی اور ہمارا استدلال ابن خزیمہ والی اور ہلب والی حدیث سے ہے، بیہقی والی ضعیف حدیث سے نہیں ہے۔

کوئی مبارکپوری صاحب سے پوچھے کہ آپ کا استدلال ابن خزیمہ کی حدیث سے ہو یا ھلب والی حدیث سے یہ دونوں احادیث بھی تو ضعیف ہیں، مؤمل بن اسماعیل کو جو ابن خزیمہ کی سند کا راوی ہے آپ خود ضعیف قرار دے رہے ہیں تو اس سے استدلال کیسے درست ہوگا؟

غیر مقلد حضرات جب اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے تو اسی طرح کا کھیل کھیلتے ہیں اور ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن جاتا ہے، چاہے اس کے لئے بددیانتی یا جہالت کا ریکارڈ ہی کیوں نہ قائم ہو جائے۔ مبارکپوری کی بددیانتی یہ ہے کہ صحیح ابن خزیمہ کی ضعیف سند میں مسلم شریف کی صحیح سند چپکا دیا ہے۔ (اس مقام پر محشی کتاب کا حاشیہ دیکھو)

(۴۴)...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اثر اسی سلسلہ کا مصنف عبدالرزاق طحاوی اور دارقطنی میں بھی ہے، یہ اثر بھی صحیح سند سے منقول ہے۔

مبارکپوری صاحب کہتے ہیں کہ حضرت اسود نے حضرت بلال کا زمانہ نہیں پایا ہے اس وجہ سے یہ اثر منقطع ہے، اس لئے قابل قبول نہیں ہے۔

مولانا مبارکپوری صاحب اگر آنکھیں کھلی رکھتے اور واقعۃً ان کی حدیث کے سلسلہ میں نگاہ وسیع ہوتی یا وہ انصاف سے کام لیتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہی اثر نسائی شریف میں بھی ہے اور حضرت اسود نے اس کو حضرت بلال سے حدثنا سے روایت کیا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت اسود نے حضرت بلال کا زمانہ پایا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے۔

اس کا جواب مولانا مبارکپوری نے یہ دیا ہے کہ حضرت بلال کو حضرت اسود

نے حضور کے زمانہ کے بعد پایا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔ (ابکار: ص ۳۰۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی اور کہیں اذان ہی نہیں دی تھی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم از کم ایک مرتبہ تو مسجد نبوی ہی میں اذان دینا ثابت ہے، اور یقیناً مبارکپوری صاحب کو اس مشہور بات کا علم ہوگا مگر مبارکپوری صاحب اپنی بات کو ہلکا کرنا جانتے ہی نہیں۔

اور یہ خوب کہ پہلے تو انکار کیا کہ حضرت اسود بن یزید نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہی نہیں اور اب اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت بلال کا زمانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پایا ہے، تو عرض یہ ہے کہ حضرت اسود نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان حضور کے زمانہ میں سنی تھی؟

اسی طرح سے انکار حدیث کا دروازہ کھلا ہے، اور اسی بے راہ روی کا نام غیر مقلدیت ہے، اور ما اہل حدیثیم اسی نوع کے لوگ ہوتے ہیں۔

(۴۵)..... حضرت سوید بن غفلۃ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سنی تو انہوں نے اذان اور اقامت کے کلمات دہرے کہے، اس کو امام طحاوی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

اس صحیح سند والے اثر کا مبارکپوری صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ اس کی سند میں شریک قاضی ہیں، جن کا حال تم ابھی معلوم کر چکے ہو کہ وہ سچے تھے مگر غلطی بہت کیا کرتے تھے اور ان کا حافظہ بھی آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ (ابکار: ص ۳۰۲)

بدگمانی اور تخمین سے مولانا مبارکپوری صاحب مسلسل صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں، اگر اس حدیث یا اس سے قبل والی حدیث میں شریک قاضی نے کوئی

غلطی کی ہے تو مبارکپوری صاحب اس کی نشاندہی کریں کہ حدیث یوں تھی اور شریک قاضی نے حدیث کو یوں نقل کر دیا،

اگر شریک قاضی نے واقعتہً اس حدیث میں یا اس سے پہلے والی حدیث میں کوئی غلطی کی ہے تو اکابر محدثین اس کی سند کو کیوں صحیح قرار دیتے ہیں اور اس حدیث کی صحت کو کیوں تسلیم کرتے ہیں؟ امام طحاوی جیسا محدث تو حدیث کو حسن قرار دے اور مبارکپور قصبہ کا رہنے والا محدث شیخی بگھارے، انکار حدیث کا دروازہ یوں ہی کھلا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب انتہائی متعصب غیر مقلد عالم تھے اور غیر محتاط بلکہ اگر صاف صاف کہوں تو ایمانداری ان کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی، انہیں اوصاف شنیعہ کے بناپر ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ غلط سلط روایات بڑی جرأت سے پیش کرتے ہیں، جن کا وجود ان کتابوں میں نہیں ہوتا، جن کا وہ حوالہ دیتے ہیں۔ مثلاً اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت بلال جب مدینہ سے شام چلے گئے تو تازندگی وہیں رہے، اور وہیں ان کا انتقال ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ شریف ان کا آنا نہیں ہوا، مبارکپوری صاحب نے حوالہ میں ابوداؤد شریف کی ایک روایت پیش کی ہے حالانکہ اس روایت کا وجود ابوداؤد شریف میں نہیں ہے، خود ابکار کا محشی لکھتا ہے،

لم اجد هذه الرواية فی سنن ابی داؤد ولا فی مختصر المنذری ولا فی المراسيل ولا فی تحفة الاشراف وحتی لم اجد فی مصنف عبدالرزاق (ایضاً:ص۳۰۳:ابکار،حاشیہ)

یعنی میں نے اس روایت کو نہ سنن ابوداؤد میں پایا، نہ منذری کی مختصر میں، نہ مراسیل ابوداؤد میں، نہ تحفۃ الاشراف میں حتی کہ میں نے مصنف عبدالرزاق میں بھی اس اثر کو نہیں پایا۔

طلوع فجر کے بعد اذان دینے کی حدیث کا انکار

(۴۶)..... ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہے کہ

میرا گھر مسجد نبوی کے آس پاس گھروں میں سے سب سے لمبا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحر کے وقت آتے اور اس پر بیٹھتے اور فجر کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے، جب فجر طلوع ہو جاتی تو اذان دیتے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، مگر مولانا مبارکپوری صاحب جو حافظ ابن حجر سے بھی بڑے فن حدیث کے ماہر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس کو محمد بن جعفر سے عن سے روایت کیا ہے۔ (ابکار: ص ۲۱۷)

یعنی مبارکپوری صاحب کے نزدیک یہ حسن روایت مردود ہے اس لئے کہ محمد بن اسحٰق مدلس ہیں اور انہوں نے اس کو عن سے روایت کیا ہے۔

اسی سلسلہ کی حضرت عائشہؓ کی حدیث کا انکار

(۴۷)......مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ لوگ فجر کی اذان اسی وقت دیتے تھے جب فجر ظاہر ہو جاتی۔

مبارکپوری صاحب اس حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو اسحٰق سبیعی ہیں جو اختلاط کا شکار تھے، نیز وہ مدلس بھی تھے، انہوں نے اس حدیث کو اسود سے عن سے روایت کیا ہے اس لئے اس کی سند کا صحیح ہونا تسلیم نہیں۔

(ابکار: ص ۲۱۷)

حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس کی سند کو صحیح بتلایا ہے مگر مولانا مبارکپوری صاحب کو حافظ کی یہ بات قبول نہیں، اور نہ قبول ہونے کی وجہ جو حضرت مبارکپوری نے ذکر کی ہے وہ نہایت درجہ قابل افسوس ہے۔

فرماتے ہیں کہ جس سند کو حافظ نے صحیح کہا ہے اس کو نیموی نے ذکر نہیں کیا ہے، تو اگر اس سند میں بھی ابو اسحٰق ہیں تو حافظ کا

یہ کہنا کہ یہ سند صحیح ہے، قابل غور ہے۔ (ابکار: ص ۳۱۸)

میں کہتا ہوں کہ مبارکپوری صاحب کی اس بات سے دو بات معلوم ہوئی پہلی بات یہ کہ یہ صاحب حدیث کی تحقیق میں جان کھپانا نہیں جانتے کہ خود تحقیق کر کے احادیث کا حال معلوم کریں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حافظ کی وہی بات اور وہی تحقیق ان کیلئے قابل قبول ہوتی ہے جوان کے مطلب کی ہوتی ہے۔ اگر حافظ کی تحقیق ان کے مطلب کے خلاف ہو اور بطور خاص اس سے مذہب حنفی کی بات حق معلوم ہوتی ہو تو مبارکپوری صاحب حافظ ابن حجر پر بھی اعتماد نہیں کرتے، غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔ نہ خود تحقیق کرو اور نہ کسی کی تحقیق پر اعتماد کرو، اور صحیح احادیث وآثار کا بلاتکلف رد کرو، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

اسی سلسلہ کی حضرت عمرؓ کی حدیث کا انکار

(۴۸)...... ابوداؤد اور دارقطنی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر حسن سند سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مؤذن جس کا نام مسروح تھا اس نے فجر کی اذان طلوع فجر سے پہلے دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ واپس ہو اور پھر سے اذان دو۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اثر عن نافع عن عمر منقطع ہے اس لئے حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس کہنے میں انہوں نے امام ترمذی کی تقلید کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین نعرہ تو بلند کریں گے عدم تقلید کا اور تقلید پر جب آئیں گے تو ایسی تقلید کریں گے کہ اللہ کی پناہ، دیکھئے یہاں امام ترمذی نے اس کی سند عن نافع عن عمر بتلائی تو امام ترمذی کی تقلید میں مبارکپوری صاحب نے بھی یہی راگ الاپا، حالانکہ علامہ نیموی نے اس کے لئے ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے اور ابوداؤد شریف میں اس کی سند عن نافع عن عمر نہیں ہے، بلکہ انما نا نافع عن مؤذن

لعمر ہے۔کوئی بتلائے کہ عن مؤذن لعمر اور عن نافع عن عمر میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہ نہیں اگر عن نافع عن عمر سند منقطع ہے تو کیا عن نافع عن مؤذن لعمر بھی منقطع ہوگی؟ ہمیں تسلیم ہے کہ حضرت نافع نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے مگر وہ تو حضرت عمرؓ سے نہیں ان کے مؤذن سے روایت کررہے ہیں، کیا مبارکپوری صاحب امام ترمذی کی تحقیق سے ہٹ کر اپنی تحقیق سے ثابت کرسکتے ہیں کہ حضرت نافع نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا؟ جب حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مسلسل روایت کرتے ہیں اور وہ ان کے خاص شاگرد ہیں تو اگر انہوں نے حضرت عمرؓ کے مؤذن کا زمانہ پایا ہو اور براہ راست اس سے اس کو نقل کیا ہے تو اس میں آخر اشکال کیا ہے؟ جب کہ یہی حدیث حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی نقل کرتے ہیں مضمون دونوں احادیث کا ایک ہی ہے تو پھر اس صحیح حدیث کو رد کرنے کی وجہ سوائے ضد اور تعصب مذہبی کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ انکار حدیث کا دروازہ مبارکپوری ہی جیسے غیر مقلدین نے کھولا ہے، محض نام رکھنے سے کوئی اہل حدیث نہیں ہوتا۔

تو فریب مے نہ دے اے رند میخانہ مجھے
ہے ترا پیمانہ خالی میکدہ ویران ہے

مسجد میں بیع وشراء والی حدیث کا انکار

(۴۹)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس کو دیکھو کہ وہ مسجد میں خرید وفروخت کررہا ہے تو کہو کہ **لا ربح اللہ تجارتک** یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت کو نفع بخش نہ کرے۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور سند کے اعتبار سے حسن حدیث ہے، امام ترمذی نے اس کے حسن ہونے کی صراحت کی ہے۔

محدث مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابن عجلان ہیں اور وہ مدلس ہیں اور ابن عجلان نے اس کو عمرو بن شعیب سے عن سے روایت کیا ہے اس لئے امام ترمذی کا کہنا قابل غور ہے۔ (ابکار ص ۳۲۹)

یعنی محدث مبارکپوری صاحب کے نزدیک یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری کے نزدیک امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ من ائمۃ ھذا الفن اور من ائمۃ ھذا الشان ہیں، ان کو تو ابن عجلان کے مدلس ہونے کا پتہ نہیں چلا اور اگر پتہ بھی چلا تو ان کے نزدیک ابن عجلان کی تدلیس قابل غور نظر نہیں آئی اور انہوں نے اس حدیث کی سند کو حسن بتلایا، مگر مبارکپوری صاحب کا یہ طنطنہ کہ جس حدیث کو من ائمۃ ھذا الفن نے حسن بتلایا وہ حدیث ان کو فیہ نظر یعنی قابل غور نظر آنے لگی۔

مبارکپوری صاحب اپنے کو بہت قابل اور علم حدیث کا ماہر اور بہت بڑا محدث سمجھتے ہیں مگر ان کی قابلیت کا بھانڈا خود ابکار کے محشی نے پھوڑ دیا ہے، وہ حاشیہ میں لکھتا ہے:

> ھذا وھم من المؤلف -غفر اللہ- فانہ لیس من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و لا من اسنادہ بل ھو من حدیث یزید بن خصیفۃ عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن ابی ھریرۃ...... واما حدیث عمرو بن شعیب فھو حدیث آخر وھو ایضا حدیث حسن صرح بہ الالبانی فی ھامش ابن خزیمۃ و ھذا الحدیث صحیح

یعنی یہ مؤلف غفر اللہ لہ کا وہم ہے، یہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث نہیں ہے نہ اس کی سند سے ہے۔ بلکہ یہ حدیث یزید بن خصیفہ عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن ابی ہریرہ کی ہے۔ عمرو بن شعیب کی حدیث دوسری ہے، وہ بھی

حسن ہے جیسا کہ البانی نے اس کی ابن خزیمہ کے حاشیہ میں تصریح کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے، کیا اب میں مبارکپوری صاحب سے عرض کروں کہ:

اتنا نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مسجد میں عورتوں کے آنے کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے انحراف

(۵۰)......حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشہور حدیث ہے، جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ اس وقت عورتوں نے اپنا جو حال بنا رکھا ہے، اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

غیر مقلدین کو حضرت عائشہؓ کی یہ بات قبول نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کہنا ان کا ظن اور ان کا گمان ہے اور ان کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے اس لئے ان کا یہ کہنا ہمیں قبول نہیں۔ (ابکار: ص ۳۳۱)

آپ غور فرمائیں کہ جس بات کو امام بخاری اور امام مسلم تسلیم کررہے ہیں اور اس کو اپنی کتابوں میں نقل کررہے ہیں، کتابوں میں نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس پر عمل کرنے کیلئے متوجہ کررہے ہیں۔ غیر مقلدین اپنے نشہ میں اتنے بدمست ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات کو ان کا ظن اور ان کی رائے کہہ کر ٹھکرا رہے ہیں، گویا رموز شریعت اور اسرار شریعت سے یہ طائفہ حادثہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ واقف ہے۔

عورتوں کے مسجد میں نہ آنے کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کا انکار

(۵۱)......اسی سلسلہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور ان کی عورتیں ایک ساتھ نماز پڑھا کرتی تھیں، مگر جب ان کا معاملہ عورتوں کے ساتھ ناپسندیدہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حیض میں مبتلا کر دیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم بھی عورتوں کو مسجد سے نکالو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسجد سے (حیض میں مبتلا کر کے) باہر کر دیا، (رواہ الطبرانی) ہیثمی اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔

مگر مولانا مبارکپوری صاحب حد درجہ قابلیت سے فرماتے ہیں کہ راویوں کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں ہوتا۔ (ابکار: ص ۳۳۴)

اگر راویوں کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا تو محدثین بلاوجہ سندوں سے اور احادیث کے رواۃ سے بحث کرتے ہیں؟ اگر اسی طرح سے صحیح حدیث کو مردود قرار دیا جائے اور اس کو غیر معتبر بنایا جائے تو پھر بخاری و مسلم کی احادیث کا بھی خدا حافظ، کوئی بھی مبارکپوری جیسا منکر حدیث اٹھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمیں تسلیم کہ بخاری و مسلم کے رواۃ صحیح ہیں مگر راویوں کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، اللہ اکبر! مولانا مبارکپوری صاحب کا کتنا بڑا منہ ہے اور کتنی لمبی زبان ہے کہ ان کے منہ سے کیا نکلتا ہے اور کیا نہیں نکلتا ہے ان کو ذرا بھی اس کا احساس نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین جب اس طرح کی بات کرتے ہیں تو گویا بزبان حال یہ کہتے ہیں کہ حدیث کی پرکھ اور دین کی سمجھ میں ہم صحابہ کرام سے بھی کئی قدم آگے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے انکار کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا یہ کہہ کر انکار کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ بات اگر علی الاطلاق ہے تو احادیث مرفوعہ اس کی نفی کرتی ہے۔ (ص ۳۳۴)

یعنی احادیث مرفوعہ کیا کرتی ہے اور کیا نہیں کرتی ہے، مبارکپوری جیسے طفیلیے قسم کے لوگوں کا علم اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم القدر اور جلیل الشان صحابی سے بڑھ کر ہے۔

سبحانک اللھم پڑھنے والی حدیث کا انکار

(۵۲)...... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے جس کو طبرانی نے عمدہ سند سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے بعد سبحانک اللھم والی دعا پڑھتے تھے، تو اس حدیث کو رد کرتے ہوئے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں حمید الطویل ہیں، اور وہ مدلس ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے یہ حدیث جید اور عمدہ کیسے ہوگی۔ (ص:۲۰۶)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب میں حدیث کے رد اور قبول کے لئے اتنا انصاف بھی نہیں تھا جتنا اس کتاب کے غیر مقلد محشی میں ہے، ابکار کا محشی مولانا مبارکپوری صاحب کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اما طریق الطبرانی ھذا فحسن، یعنی طبرانی کا یہ طریق حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ مولانا مبارکپوری کا مزاج حدیث کو صحیح اور غلط ٹھہرانے میں انصاف پسند نہیں تھا، احناف کا رد کرنا ان کی زندگی کا مشغلہ تھا چاہے اس سے ان کی قابلیت کا تماشہ کیوں نہ بنتا ہو، اور ان کے مقابلہ کا ایک طفل مکتب ان کو صحیح راستہ کیوں

نہ دکھا تا ہو، کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ ایک طفل مکتب مولانا مبارکپوری سے زیادہ وسیع النظر معلوم ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب -غفر اللہ لہ- کی انصاف پسندی کی مثالیں تو بہت ہیں، ناظرین کی نگاہ سے بعض گزری بھی ہیں مگر سب سے دلچسپ مثال مبارکپوری صاحب کا علامہ شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا وہ مناقشہ ہے جو وضع الید تحت السرۃ (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے تحت ابکار میں ہے۔

مبارکپوری کا حضرت نیموی کے ساتھ ایک دلچسپ مناقشہ

اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک انتہائی ضعیف حدیث ہے، اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل راوی ہے یہ انتہائی درجہ کا ضعیف راوی ہے۔ مولانا مبارکپوری نے اس ضعیف سند کو صحیح بتلانے کے لئے اس حدیث میں مسلم شریف کی ایک بالکل غیر متعلق قسم کی سند چپکانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ ضعیف حدیث صحیح اور مسلم کی شرط کی ہو جائے۔ اور چونکہ اس حدیث کو علامہ نیموی نے ضعیف کہا ہے، مبارکپوری صاحب شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر ان سے خوب لڑے جھگڑے ہیں اور ان کو مہذب گالیوں سے (غیر مقلدین کی عادت کے مطابق) خوب خوب نوازا ہے، مگر اللہ جس کو رکھے اس کو کون چکھے، اور اللہ ظالموں کی اور بے ایمانوں کی پردہ دری خود ان کے آدمیوں سے کرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ یہاں بھی دیکھنے کو ملی۔

مبارکپوری صاحب کے مناقشہ کی ہوا غیر مقلد محشی نے نکالدی

مبارکپوری صاحب کے مناقشہ کی ہوا اس کا غیر مقلد محشی یہ کہہ کر نکالدیتا ہے وہ لکھتا ہے کہ عبدالرحمن مبارکپوری کا یہ کہنا کہ ابن خزیمہ والی سند بعینہ مسلم شریف کی سند ہے ایسا نہیں ہے، بلکہ مسلم کی سند اور ہے اور ابن خزیمہ کی سند اور ہے۔ اور مولف کا مناقشہ درست نہیں ہے۔ محشی کی عبارت یہ ہے: قلت وليس الامر كذالك بل اسناده هكذا. یعنی مبارکپوری صاحب جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ابن خزیمہ والی سند بعینہ مسلم کی سند ہے تو بات ایسی نہیں، بلکہ ابن خزیمہ کی سند اس طرح ہے۔ (پھر محشی نے ابن خزیمہ کی سند ذکر کی ہے جس میں مؤمل بن اسماعیل ضعیف راوی ہے) پھر محشی لکھتے ہیں

ومناقشة المؤلف له ليس بنى على الصواب فليتذكر. (ابکار ص ۲۱۵)

یعنی مؤلف (مبارکپوری) جو نیموی سے مناقشہ کر رہا ہے، وہ درست نہیں ہے، اس کو یاد رکھو۔

مبارکپوری پر سینہ والی ضعیف حدیث کو صحیح بتلانے کا ہوّا سوار ہے

مبارکپوری صاحب پر سینے پر ہاتھ باندھنے اور انتہائی درجہ ضعیف حدیث کو مسلم شریف کی حدیث بتانے کا ایسا ہوّا سوار ہے کہ علامہ ابن قیم کو بھی ابن خزیمہ کی سند سے جاہل قرار دے رہے ہیں، فرماتے ہیں:

واما قول ابن القيم: لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسماعيل فمبني على انه لم يقف على سند ابن خزيمة فانه ليس فيه مؤمل بن

اسماعیل ،یعنی ابن قیم نے جو یہ کہا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا ہے تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ ابن قیم کو ابن خزیمہ کی سند کی واقفیت نہیں رہی ہے اس لئے کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل بن اسماعیل نہیں ہیں۔

اس پر محشی لکھتا ہے:

قلت ما قاله ابن القيم هو الصواب واما السند الذى يزعمه المؤلف فلم اقف عليه فى صحيحه.

یعنی میں کہتا ہوں کہ ابن قیم ہی کی بات درست ہے اور جس سند کو مؤلف بتلا رہے ہیں تو میں صحیح ابن خزیمہ میں اس پر مطلع نہیں ہو سکا۔ (ص:۳۵۸)

جب کوئی بڑھ بڑھ کر بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قابلیت کو یوں خاک میں ملا دیتے ہیں۔

نماز میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ مزید پڑھنے کی حدیث کا انکار

(۵۳)......نماز میں قرأت کرنے کی یہ حدیث ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے سوا جو بھی آسانی سے ہم پڑھ سکیں اس کو پڑھا کریں۔

اس روایت کو ابوداؤد، امام احمد بن حنبل اور ابویعلی اور ابن حبان نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا فریضہ ہے، مقتدی کا نہیں مگر چونکہ اس روایت سے غیر مقلدین کا مذہب امام کے پیچھے قرأت کرنے کا باطل ہو رہا تھا، اس لئے کہ ان کے نزدیک امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے تو مبارکپوری صاحب نے اس صحیح روایت کا انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس کی سند میں قتادہ ہیں جو مدلس ہیں اور قتادہ نے اس کو ابونضرہ سے عن سے روایت کیا ہے

اس لئے اس کی صحت قابل تسلیم نہیں ہے۔

مبارکپوری صاحب کو شاید معلوم نہیں ہو سکا کہ اس روایت کو امام بخاری نے ''جزء القراءۃ'' اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد اور کلام نہیں کیا ہے نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اسی سلسلہ کی امام مسلم کی حدیث کا انکار

(۵۴)..... حضرت امام مسلم نے لا صلوۃ لمن یقرأ والی حدیث کو فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے، مبارکپوری صاحب نے مسلم شریف کی اس صحیح روایت کو از راہ تعصب رد کر دیا ہے۔ (ص: ۴۴۳)

اسی سلسلہ کی ابوداؤد کی روایت کا انکار

(۵۵)..... ابوداؤد وغیرہ میں بھی یہ روایت فما تیسر کی زیادتی کے ساتھ ہے مبارکپوری صاحب نے اس صحیح روایت کا بھی انکار کر دیا ہے۔

اسی سلسلہ کی مزید ایک صحیح روایت کا انکار

(۵۶)..... امام احمد وغیرہ نے اسی روایت کو وما زاد کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے مبارکپوری صاحب نے اس کا بھی انکار کر دیا حالانکہ اس کی سند حسن ہے۔

مبارکپوری صاحب نے اس مسئلہ میں جو روایتیں ان کے مذہب کے خلاف ہیں، ان کو رد کرنے میں ایسا کھیل کھیلا ہے کہ علم، دیانت وامانت سب نے اپنا سر پیٹ لیا ہے کہ یہ کون محدث پیدا ہوا ہے جس نے احادیث رسول کو مذاق بنا کر رکھ دیا ہے اور محدثین کے بنائے ہوئے قانون کی دھجیاں بکھیرتا ہے۔

جب بات اپنے مطلب کے خلاف ہو تو مبارکپوری ثقہ کی زیادتی کو قبول نہیں کرتے

مثلاً یہ بات معروف ہے کہ ثقہ کی زیادتی اگر اس راوی کے روش کے خلاف نہ ہو، جائز ہے۔ خود مبارکپوری صاحب نے تحفہ میں بار بار اس کو ذکر کیا ہے، مگر اس مسئلہ میں مبارکپوری صاحب نے اس کو قبول کرتے نظر نہیں آتے۔

مبارکپوری کا اپنی بات سے انحراف

مثلاً یہ بات بھی معروف ہے کہ حدیث کا راوی حدیث کے معنی اور مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے، خود مبارکپوری صاحب ابکار میں فرماتے ہیں:

راوی الحدیث اعرف بالمراد منہ عن غیرہ. (ص:۴۸۴)

یعنی حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔

مگر یہ قانون وہاں چلتا ہے جہاں مبارکپوری صاحب کو اپنا مطلب حاصل کرنا ہوتا ہے، اور جہاں ان کے مطلب کے خلاف بات ہوتی ہے تو اس قانون کو بلا تکلف بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔

ابوداؤد میں "لاصلوۃ لمن لم یقرأ" والی حدیث کو سفیان کے طریق سے نقل کیا گیا ہے، اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ھذا لمن صلی وحدہ، یعنی یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والوں کے لئے ہے یعنی مقتدی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہی بات حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے، مگر مبارکپوری صاحب جن کا زعم یہ ہے کہ وہ امام سفیان بن عیینہ اور حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی بڑھ کر اہل حدیث اور حدیث کے ماہر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خواہ امام

احمد ہوں اور خواہ امام ابن عیینہ ہوں خواہ اور کوئی ہو، کسی کے قول سے حدیث کے عموم کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔ (ص ۲۴۴)

مبارکپوری کا تضاد

جی ہاں! اس لئے نہیں خاص کیا جا سکتا کہ اس سے آپ کے مذہب پر زد پڑتی ہے مگر یہ تو فرمایئے حضرت کہ البیعان بالخیار مالم یتفرقا میں تفرق عام ہے یعنی یہ تفرق بالاقوال کو بھی شامل ہے اور تفرق بالابدان کو بھی شامل ہے تو اس عام تفرق کو آپ نے کس کتاب وسنت کی دلیل کی روشنی میں ابدان کے ساتھ خاص کر دیا ہے؟ کیا آپ کو کتاب وسنت سے اس خصوصیت کی دلیل مل گئی ہے؟ ناظرین کو حیرت ہوگی اس دلیل سے کہ حدیث کی مراد حدیث کا راوی زیادہ جانتا ہے، مبارکپوری صاحب نے اس تفرق عام کو ابدان کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ (تحفہ ص ۲۴۴)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے والی صحیح حدیث کا انکار

(۵۷) مشہور اور صحیح حدیث ہے من کان له امام فقراءة الامام قراءة له. یعنی جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت گنی جائے گی، یہ بالکل صحیح ہے مختلف ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے، حتی کہ البانی نے بھی اس کو صحیح بتلایا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں اس کے مرسل ہونے کو بھی صحیح کہا ہے اور مرفوع ہونے کو بھی صحیح کہا ہے، مگر غیر مقلدین کسی کی بھی نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور مبارکپوری صاحب پر تو صحیح حدیث کے انکار کا ایسا بھوت سوار ہے کہ ان کو اس حدیث کی ایک سند بھی صحیح نظر نہیں آتی وہ انکار میں فرماتے ہیں هذا الحديث ضعيف بجميع طرقه (ص ۵۱۹) یعنی یہ حدیث اپنی تمام

سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

یہ ہیں بلبلان نالاں گلزار ما محمد کی قوالی گانے والے اہل حدیث قسم کے لوگ انہیں جیسے غیر مقلدوں کی وجہ سے انکار حدیث کا دروازہ کھلا ہے۔ ان غیر مقلدوں کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کا کتنا شوق ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح صحابی رسول کیا کرتا ہے ان کو اس کی بھی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

صحابی جو حدیث کا مطلب بیان کرے غیر مقلدین اس کو قبول نہیں کرتے

مثلاً لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الا ان یکون وراء الامام یعنی اگر آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو قرأت نہیں کرے گا، ترمذی نے اس کو صحیح سند سے نقل کیا ہے حضرت امام احمد نے اس کو قبول کیا ہے۔ مگر مبارکپوری صاحب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس قول اور اس تشریح کو یہ کہہ کر جھٹک دیتے ہیں کہ یہ جابر کا قول ہے حدیث مرفوع نہیں ہے۔ (تحفہ: ص ۲۵۷)

مبارکپوری صاحب کی دھاندلی یا بے انصافی کا کتنا کوئی رونا روئے، دنیائے حدیث میں اہل حدیث نام کا ایسا بے انصاف اور دھاندلی باز کوئی دوسرا محدث نظر نہیں آیا، اب دیکھئے کہ اس مسئلہ میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے راوی حضرت عبادہ بن صامت ہیں اور انہوں نے اس کو عموم پر رکھا ہے یعنی امام، منفرد اور مقتدی سب کے لئے اس حدیث کو عام رکھا ہے اور سب کے لئے نماز میں سورہ فاتحہ کو واجب قرار دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو زیادہ جانتا ہے، اس لئے حضرت عبادہ نے جو اس حدیث سے

عموم سمجھا ہے تو عموم ہی کا اعتبار ہوگا۔ (ص ۲۵۷)

مبارکپوری دورنگ کی چال چلتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے حضرت جابرؓ سے بھی یہی حدیث نقل کی ہے یعنی اس حدیث کے راوی حضرت جابر بھی ہیں، اور حضرت جابر اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد اور امام کے لئے ہے، مقتدی کے لئے نہیں تو یہاں بھی تو یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر صحابی رسول نے بیان کیا ہے اور حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ مگر مبارکپوری صاحب اپنا یہ قاعدہ حضرت عبادہؓ کی سند والی حدیث میں تو چلائے ہیں، حضرت جابر کی روایت میں نہیں چلائے، یہ ان کی دورنگی چال اور ان کا دھاندلی پنا ہے کیونکہ جب کہ حضرت عبادہؓ نے کھول کر اپنا مطلب اپنی روایت کردہ حدیث میں ظاہر نہیں کیا ہے انہوں نے حدیث کو مجمل ذکر کیا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی روایت کردہ اس حدیث کا مطلب کھول کر کے واضح کردیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے لئے نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نے حضرت عبادہؓ والی حدیث کو خاص کردیا ہے اور محدثین نے اصول بنالیا ہے کہ **الاحادیث یفسر بعضھا بعضا** یعنی احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، نیز حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت مطلق ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت مقید ہے اور خود مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ **المطلق یحمل علی المقید** (تحفہ: ص ۸۷ ج ۲) یعنی مطلق روایت کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ پس حضرت جابر کی مفسر اور مقید حدیث کو قبول نہ کرنا اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجمل حدیث کو قبول کرنا غیر مقلدین برادران ہی کا کام ہے اور مبارکپوری ہی جیسے محدثین کی انصاف پسندی ہے، انہیں جیسے لوگوں کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

مقتدی کو قرأت نہ کرنیوالی مسلم شریف کی حدیث کا انکار

(۵۸)...... مسلم شریف اور مسند احمد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ جب امام قرأت کرے تو تم لوگ خاموش رہو، (و اذا قرأفا نصتوا)

مسلم شریف کی اس صحیح حدیث کو مبارکپوری صاحب نے ضعیف قرار دیا اور کہا کہ و اذا قرأفانصتوا کا جملہ غیر محفوظ ہے۔ (ابکار: ص ۵۲۴)

مبارکپوری صاحب تو یہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن حجر جو خود شافعی المسلک ہیں فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں ھو حدیث صحیح اخرجه مسلم من حدیث ابی موسیٰ (ج ۳: ص ۲۴۲) یعنی یہ حدیث صحیح ہے امام مسلم نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

مبارکپوری سے علم حدیث پناہ مانگنے لگا کہ

بھیا میرا پیچھا چھوڑو

مگر مبارکپوری صاحب اس صحیح حدیث کے رد کے ایسے درپے ہوئے ہیں کہ علم حدیث نے ان سے پناہ مانگ لی ہے کہ بھیا بس کرو، ہمارا پیچھا چھوڑو۔

مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ قد خالف سلیمان التیمی جمیع اصحاب قتادة یعنی اس حدیث کو اس لفظ کے ساتھ ذکر کرنے میں سلیمان تیمی منفرد ہیں انہوں نے قتادہ کے تمام شاگردوں کی جنہوں نے ان سے یہ روایت کی ہے مخالفت کی ہے۔ (ایضا)

معلوم ہونا چاہئے کہ اس زیادتی کے ساتھ مسلم شریف میں روایت کرنے والے حضرت سلیمان التیمی ہیں جو بالاتفاق ثقہ، ضابط، حافظ، ثبت ہیں، یعنی ثقاہت و

عدالت کے تمام اوصاف جو ایک راوی میں پائے جانے چاہئیں ان میں پائے جاتے ہیں، خود مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں: لا شک فی أن سلیمان التیمی ثقة (ص: ۵۲۷) یعنی کوئی شک نہیں کہ سلیمان تیمی ثقہ ہیں۔

اور علم حدیث کا مشہور قاعدہ ہے جس کو مبارکپوری صاحب نے بار بار اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ ثقہ کی زیادتی جائز ہے۔ دیکھو ابکار ص ۱۷۱، ۲۳ اور تحفہ ج ۲ ص ۸۷ میں فرماتے ہیں کہ والزیادة من الثقة مقبولة یعنی اگر کوئی راوی ثقہ ہے اور اس کی حدیث میں کوئی زیادہ بات ہے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

جب یہی اصول ہے تو ابراہیم تیمی کی زیادتی واذاقرأ فانصتوا کو از راہ انصاف قبول کرنا چاہئے جب کہ یہ زیادتی دوسرے کسی ثقہ یا اوثق راوی کے خلاف بھی نہیں ہے کچھ راویوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور ابراہیم تیمی جیسے ثقہ راوی نے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کو مخالفت نہیں کہا جاتا ورنہ ہر زیادتی کو مخالفت کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال آپ دیکھ رہے ہیں کہ مبارکپوری صاحب کس دیدہ دلیری سے اس صحیح روایت کو محض ضد اور نفسانیت اور عصبیت اور غیر مقلدیت کی وجہ سے مردود قرار دے رہے ہیں، انہیں جیسے غیر مقلدوں نے انکار حدیث کا دروازہ کھولا ہے۔

اسی سلسلہ کی حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث کا انکار

(۵۹)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث ہے۔ قال:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا، رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجه. یعنی امام کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم لوگ خاموش رہو۔

یہ بالکل صحیح روایت ہے امام مسلم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر مبارکپوری

صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن عجلان ہیں اور وہ مدلس ہیں انہوں نے زید بن اسلم سے اس کو عن سے روایت کیا ہے۔ اس لئے یہ روایت کیسے صحیح ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ ایسے صحیح ہوگی کہ امام مسلم جیسے امام نے اس کو صحیح کہا ہے اور وہ امام حدیث تھے اور آپ ان کے سامنے طفل مکتب سے بھی کم ہیں، تو ان کا کہنا معتبر ہوگا نہ کہ آپ جیسے لوگوں کا صحیح حدیث کا انکار کرنا معتبر ہوگا۔

صحیح احادیث کو رد کرنے کا یہ نسخہ جو مبارکپوری کے ہاتھ لگ گیا ہے، کسی امام حدیث نے صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے اس کا استعمال شاید ہی کیا ہو، یہ مبارکپوری کے عطار خانے میں تیار ہوا ہے۔ یا مطب ''مفید عام'' میں۔

چونکہ یہ مسئلہ نماز کے مسائل میں غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا ہے اور غیر مقلدوں نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کی مزید وضاحت حافظ ابن تیمیہ کے کلام کی روشنی میں ہو جائے جو غیر مقلدین کے وقت ضرورت مسلم امام ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ اور مسئلہ قرأت خلف الامام

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کے بارے میں مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کریں گے کتاب وسنت اور اعتبار (یعنی قیاس) سے دلیل لی گئی ہے۔ اور جو کتاب وسنت سے دلیل ہے وہ یہ آیت کریمہ ہے: واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون، (فتاوی ج ۲۳: ص ۲۰۹) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سلف سے یہ بات بطور شہرت کے منقول ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز میں قرأت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ایضا)

پھر ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
امام احمد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ایضا)
پھر امام احمد کا مسلک یہ بیان کیا ہے:
وذکر الاجماع علی انه لا تجب القرأة علی الماموم حال الجهر. (ایضا)
یعنی امام احمد نے اس بات پر لوگوں کا اجماع ذکر کیا ہے کہ جہراً قرأت کی حالت میں مقتدی خاموش رہے گا اس پر قرأت واجب نہیں ہے۔
پھر ابن تیمیہ بزور قوت یہ فرماتے ہیں کہ:
فتبین ان الاستماع الی قرأة القرآن دل علیه القرآن دلالة قاطعة (ج ۲۳: ص ۲۷۲) یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ قرأت کو کان لگا کر سننا وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔
حافظ ابن تیمیہ نے امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت بتلانے کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ من کان له امام فقرأة الامام له قرأة۔ یعنی جس کا امام ہوتا ہے تو امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کی قرأت ہوتی ہے۔
اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
اس حدیث کو لوگوں نے مرسل بھی روایت کیا ہے اور مسند بھی، لیکن ثقہ لوگوں کی اکثریت اس کو مرسل ہی روایت کرتی ہے، بعض محدثین نے اس کو مسند بھی روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے اس کو مسند ہی روایت کیا ہے، اس مرسل روایت کی تائید ظاہر کتاب وسنت سے ہوتی ہے۔ اور صحابہ وتابعین اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں (یعنی مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے، امام کی قرأت اس کو کافی ہوگی) اور اس طرح کے مرسل کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس سے احتجاج کیا

جائے گا، امام شافعی نے بھی اس طرح کے مرسل سے حجت پکڑنے کی تصریح کی ہے۔

(ایضاً: ج ۲۳: ص ۲۷۲)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت جس میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز سکھلائی تو آپ نے یہ فرمایا کہ امام جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اس کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

یعنی یہ حدیث ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث کا ایک ٹکڑا ہے لیکن بعض راویوں نے اس میں و اذا قرأ فانصتوا کا حصہ ذکر کیا ہے، اور بعض نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن جس نے اس کو ذکر کیا ہے وہ ثقہ راوی ہے اور یہ ثقہ کی زیادتی ہے جو کسی حدیث کے مخالف نہیں ہے اور اسی وجہ سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس کو ذکر کیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

امام کی قرأت کو کان لگا کر خاموشی سے سننے ہی سے امام کی پوری اقتداء ہوگی، اس لئے جو امام کی قرأت کو کان لگا کر سنتے نہیں (اور پڑھتے ہی رہتے ہیں) وہ امام کی اقتداء کرنے والے ہوتے ہی نہیں۔ (ج ۲۳: ص ۲۷۲)

حافظ ابن تیمیہ نے مقتدی سے قرأت فاتحہ ساقط ہے اس کیلئے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ حضرت جابر کی جو روایت ہے کہ جس نے ایک رکعت بھی پڑھی اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

پھر ابن تیمیہ مؤطا امام مالک سے یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا جاتا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی تو وہ فرماتے کہ جب آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہوگی۔

پھر ابن تیمیہ حضرت نافع سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے، اور پھر ابن تیمیہ مسلم سے حضرت عطا بن یسار کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطا نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا امام کے ساتھ کچھ پڑھنا ہے تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ لاقراۃ مع الامام فی شیئی. یعنی امام کے ساتھ کچھ قرأت نہیں ہے۔

پھر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ:

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی تو انہوں نے جواب دیا امام کے پیچھے خاموش رہو، اس لئے کہ نماز میں دھیان لگانا ہے اور امام کا پڑھنا تم کو کافی ہوگا۔ (ایضا: ج ۲۳، ص ۲۷۵)

پھر حضرت ابن تیمیہ بہت زوردار الفاظ میں فرماتے ہیں: وابن مسعود وزید بن ثابت هما فقيها اهل المدينة واهل الكوفة من الصحابة وفي كلامهما تنبيه على ان المانع انصاته لقرأة الامام. (ایضا)

یعنی حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ان دونوں میں سے ایک مدینہ کا فقیہ صحابی ہے اور دوسرا کوفہ کا فقیہ صحابی ہے۔ ان دونوں کے کلام میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا ہے۔(۱)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو کیسا صاف اور کتنا واضح اور کتاب وسنت کی روشنی میں کتنا مدلل کر دیا ہے، مگر یقین جانئے کہ ابن تیمیہ کی محبت کا دم بھرنے اور ان کی امامت کا دعویٰ کرنے والے غیر مقلدین اپنی بات کی ضد میں ابن تیمیہ کی بھی نہیں سنیں گے، اور خاموش زبان سے یہی کہیں گے اس مسئلہ میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی صحیح جانکاری نہیں تھی، اور انہوں نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ کو غلط رنگ سے پیش کیا ہے۔ مگر، ہاں مگر

(۱) مزید معلومات کے لئے اس بحث کو میری کتاب مسائل غیر مقلدین میں دیکھو۔

وكم من عائب قولاً صحيحا
وآفته من الفهم السقيم

ایک اور صحیح حدیث کا انکار

(۶۰) ...... ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔

عن ابن اكيمة قال: سمعت ابا هريرة يقول: صلى النبي صلى الله عليه وسلم باصحابه- اظن انها الصبح- فقال: هل قرأ منكم احد؟ قال رجل: انا قال: انى اقول مالى انازع القرآن،

یعنی ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی میرا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے، میرے ساتھ قرآن پڑھنے میں منازعت کی جا رہی ہے (کھینچ تان کی جا رہی ہے)۔

اس صحیح حدیث کا بھی مبارکپوری صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ روایت مختصر ہے۔ (ص ۲۶۱ ج ۲) پوری روایت نہیں ہے (۱) مولانا مبارکپوری نے اس روایت کے چار جواب دیئے ہیں چونکہ ان کا پہلا تین جواب انتہائی درجہ بودہ تھا تو مبارکپوری صاحب نے چوتھا جواب یہ دیا کہ یہ روایت منسوخ ہے۔ چلو معاملہ ہی صاف ہو گیا نہ

---

(۱) اس روایت کو مختصر ثابت کرنے کے لئے ایک ضعیف حدیث کا سہارا لیا فرماتے ہیں کہ ورواية ابى هريرة هذه وان كانت ضعيفة لكنها تؤيد ان فى حديثه اختصارا (ص ۲۶۲ ج ۲) یعنی حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید کرتی ہے کہ ابو ہریرہ کی (وہ روایت جس کو نیموی نے ذکر کی ہے) روایت میں اختصار ہے۔ یہ ہے مبارکپوری صاحب کا کھیل کہ جب مطلب ہوا تو ضعیف روایت بھی حجت بن گئی اور اس سے صحیح حدیث کو جس میں اختصار نہیں تھا اس کو مختصر بنا دیا۔ ''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔''

رہے بانس نہ بجے بانسری،

قرأت خلف الامام سے منع کرنیوالی ایک اور صحیح حدیث کا انکار

(۶۱)..... حضرت امام طحاوی اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ لوگ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم لوگ قرآن پڑھنے میں مجھ سے منازعت (یعنی کھینچا تانی) کرتے ہو، اس روایت کی سند حسن ہے۔

مبارکپوری صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس روایت کو بھی رد کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابواسحٰق سبیعی ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس حدیث کو ابوالاحوص سے عن سے روایت کیا ہے۔

قرأت خلف الامام سے منع کرنے والی ابن شیبہ کی صحیح حدیث کا انکار

(۶۲)..... مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، حضرت قتادہ، ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسیب نے کہا کہ انصت للامام یعنی جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت قتادہ اور ابن مسیب دونوں تابعی ہیں، اس روایت کو بھی مبارکپوری صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ قتادہ مدلس ہیں، انہوں نے ابن مسیب سے اس کو عن سے روایت کیا ہے اس لئے یہ روایت صحیح کیسے ہوگی۔

چونکہ مولانا مبارکپوری صاحب احادیث صحیحہ کورد کرنے کے لئے بار بار اس تدلیس کے نسخہ کو استعمال کر رہے ہیں جیسا کہ ناظرین دیکھتے چلے آ رہے ہیں اور آئندہ بھی دیکھیں گے، اس لئے یہاں ہم مبارکپوری صاحب کی تدلیس اور مدلس رواۃ کے بارے میں دورنگی پالیسی کو واضح کر دینا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ مبارکپوری صاحب کتنے امانت دار ہیں۔

مدلس کی روایتوں کو رد کرنے کے بارے میں مبارکپوری کی دہری پالیسی

ترمذی شریف کی ایک روایت جس میں فاتحہ خلف الامام کا ذکر ہے، اس کی سند میں مکحول شامی مدلس راوی ہے اور اس سے محمد بن اسحٰق روایت کرتا ہے یہ بھی مدلس راوی ہے، اس روایت کو محمد بن اسحٰق مدلس راوی نے مکحول شامی سے عن سے روایت کیا ہے، اور مکحول شامی مدلس راوی نے بھی محمود ابن ربیع سے عن سے روایت کیا ہے۔ گویا اس روایت کی سند میں دو مدلس راوی ہیں اور دونوں عن سے روایت کر رہے ہیں، اب مبارکپوری صاحب کے قاعدہ کے مطابق یہ روایت مردود ہونی چاہئے مگر چونکہ یہ روایت مبارکپوری صاحب کے مطلب کی ہے، تو اب مبارکپوری صاحب کی دھاندلی ملاحظہ ہو جو اس روایت کو صحیح بنانے کیلئے انہوں نے کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کوئی علت ایسی نہیں ہے جو اس روایت کو معلول یعنی ضعیف بنائے، یہ روایت مقبول ہے اور احتجاج کے قابل ہے۔ (ص: ۴۳۱)

اور فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان کو مدلس کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاحب تدلیس ہیں یعنی صاحب ارسال ہیں۔ (ص ۴۳۷)

اور اس کی دلیل جو دی ہے وہ بھی خوب ہے فرماتے ہیں:

الظاهر ان المراد بقول الذهبي هو صاحب تدلیس ای

صاحب ارسال يدل عليه قوله في تذكرة الحفاظ ويدلس عن ابی بن کعب وعبادة بن الصامت وعائشة والكبار.

فان المراد بقوله يدلس هو الارسال لاالتدليس (ص:۴۳۷)یعنی ذہبی نے جس مکحول کو صاحب تدلیس یعنی تدلیس والا کہا ہے تو ظاہر اس کا یہ ہے کہ وہ صاحب ارسال ہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ان کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ میں یہ لکھا ہے کہ وہ حضرت ابی ابن کعب اور عبادہ بن الصامت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے تدلیس کیا کرتے تھے تو حافظ کا یہ کہنا کہ وہ تدلیس کیا کرتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ارسال کیا کرتے تھے۔(ص:۴۳۷)

دیکھ رہے ہیں آپ مبارکپوری صاحب کی دھاندلی کس طرح بات بنارہے ہیں، حافظ ذہبی تو مکحول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ تدلیس کیا کرتے تھے اور مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ حافظ ذہبی کی مراد یہ ہے کہ وہ ارسال کیا کرتے تھے، یعنی ان کی روایت مرسل ہوا کرتی تھی، مگر مبارکپوری صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ اگر حافظ ذہبی کی یہی مراد ہے تو انہوں نے صاف صاف یہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ مکحول صاحب ارسال تھے، ان کو صاحب تدلیس کیوں کہا؟

مبارکپوری صاحب کو بھی خوب معلوم ہے کہ ان کی اس دھاندلی سے مکحول مدلس سے مرسل ہونے والے نہیں ہیں اور حافظ کی بات کو انہوں نے غلط رخ پر موڑنے کی جو کوشش کی ہے وہ اہل علم کی نگاہ میں رائیگاں ہے، تو انہوں نے دوسرا پینترا بدلا اور کہا:

ولو كان المراد بقوله يدلس "معناه الحقيقي "فعلى هذا لا يضر تدليس مكحول في رواية حديث عبادة،

یعنی اگر حافظ ذہبی کے قول سے کہ مکحول تدلیس کرتے ہیں، تدلیس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے تو بھی ان کی تدلیس عبادہ کی حدیث میں مضر نہیں ہے۔(ص:۴۳۷)

جی ہاں! ان کی تدلیس کیوں مضر ہوگی اس لئے کہ یہاں آپ کا مطلب ثابت ہو رہا ہے۔

اس طرح مبارکپوری صاحب کھیل کھیلا کرتے ہیں، جہاں چاہا تدلیس کو مضر بنادیا اور جہاں چاہا اسے غیر مضر بنادیا، یہ مبارکپوری صاحب کے بائیں ہاتھ کا کمال ہے۔

اور اس روایت میں محمد بن اسحٰق ہے، وہ بھی مدلس ہے اور اس نے بھی مکحول سے اس کو عن سے روایت کیا ہے، یعنی اس روایت میں ڈبل مدلسین ہیں مگر مبارکپوری صاحب نے جس انداز سے اس کی تحسین کی اور تصحیح کی ہے بس یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اگر ان میں انصاف ہوتا تو جن وجوہ سے مکحول والی حدیث کو انہوں نے صحیح بتلایا ہے دیگر مدلسین کی احادیث کو بھی وہ صحیح بتلاتے مگر اس سے ان کی غیر مقلدیت مجروح ہو جاتی اور یہ انہیں گوارا نہیں تھا کہ ان کی غیر مقلدیت مجروح ہو، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

قرأت خلف الامام کے بارے میں
ابن سیرین کا قول اور مبارکپوری کا رد

(۶۳)...... مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت محمد بن سیرین کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لا اعلم ان القراء ۃ خلف الامام من السنۃ یعنی میں نہیں جانتا ہوں کہ امام کے پیچھے پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اس کا جواب ابکار کا مؤلف یہ دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کی سند میں ثقفی ہے اس کا نام عبدالوہاب بن عبدالمجید ہے اس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ روایت اس کے حافظہ کے خراب ہونے سے پہلے کی ہے، اس روایت کو صحیح نہیں کہا جائے گا۔

اب ان صاحب سے کوئی پوچھے کہ جب یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ روایت ثقفی کے حافظ خراب ہونے سے پہلے کی ہے یا بعد کی تو قطعیت کے ساتھ اس حدیث کا انکار کیسے درست ہے؟

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل حدیث کا رد

(۶۴)......حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت ہے، حضرت امام محمد نے اس کو کتاب الآثار میں صحیح سند سے ذکر کیا ہے، اس روایت میں ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نے نہ کبھی جہری نماز میں قرأت کی اور نہ آخری دو رکعتوں میں قرأت کی۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے علقمہ سے نہیں سنا ہے اس لئے اس کی سند کیسے صحیح ہوگی نیز حماد بن سلیمان مدلس ہیں۔

مدلس ہونے کے بارے میں مبارکپوری صاحب کی ایمانداری کا بیان ابھی گزر چکا ہے، رہا ابراہیم کا علقمہ سے نہ سننا تو اس کا جواب صرف اتنا اہل علم کو کافی ہوگا کہ ابراہیم نخعی کی روایت کو جو کالعدم قرار دے وہ اس لائق نہیں ہے کہ اہل علم میں اس کا شمار ہو۔(۱)

”غیر مقلدین سے ایک سوال“

غیر مقلدین سے ایک سوال کرنے کو جی چاہتا ہے، امید ہے کہ اس کا جواب باصواب دے کر مطمئن کریں گے۔

مبارکپوری صاحب جہراً آمین کہنے کی بحث میں فرماتے ہیں: ان الساھوء

(۱) معلوم ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب ابن قیم کی زادالمعاد کتاب کا بھی گہرائی سے مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ ابن قیم نے ابراہیم نخعی کی مراسیل کے سلسلہ میں لمبی بحث کی ہے اور ان کو پرزور انداز میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو جلد چہارم

مامور بالاقتداء بالامام وقد تقدم ان الامام یجهر فلزم جهره بجهره. (ابکار:ص۱۹۵)

یعنی مقتدی کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کی اقتداء کرے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ امام جہراً آمین کہتا ہے اس وجہ سے لازم ہوا کہ مقتدی بھی جہراً آمین کہے۔

سوال یہ ہے کہ امام صاحب سورہ فاتحہ جہراً پڑھتے ہیں اور مقتدی کو بقول مبارکپوری امام کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اس لئے لازم ہوا کہ مقتدی امام کی اقتداء میں فاتحہ جہراً پڑھے، تو ایک غیر مقلد سورہ فاتحہ امام کے پیچھے جہراً نہیں پڑھتا، آخر یہاں امام کی اقتداء کہاں گئی؟ یا پھر کوئی غیر مقلد ثابت کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو سراً ہی سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ یا جہراً پڑھنے سے صراحۃً منع کیا ہے؟ امید ہے کہ غیر مقلدین کی جماعت کا کوئی فرد اس کا صحیح جواب دے کر ہمیں مطمئن کرے گا۔

رفع یدین کے سلسلہ میں رفع یدین کی صحیح حدیث کا انکار

(۶۵)...... امام نسائی نے رفع یدین کے سلسلہ کی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل ہوئے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

چونکہ غیر مقلدین سجدہ میں رفع یدین نہیں کرتے اس وجہ سے اس صحیح حدیث کا یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی سند میں قتادہ ہیں اور وہ مدلس ہیں، اس لئے اس

کی سند کیسے صحیح ہوگی؟ نیز مبارکپوری صاحب نے اس حدیث میں اذا سجد و اذا رفع راسہ من السجود کا بھی اضافہ کر دیا کہ اس زیادتی کے ساتھ اس کو روایت کرنے والا نضر بن عاصم ہے جس سے قتادہ نے روایت کیا ہے۔

اب کوئی مبارکپوری صاحب سے ذرا پوچھے کہ حضرت زیادة الثقة مقبول والا قاعدہ کہاں گیا، کیا نضر بن عاصم مجروح راوی ہے کہ اس کی زیادتی مردود ہو، جس نے اس زیادتی کو نقل ذکر کیا ہے کیا یہ زیادتی اس کی ذکر کردہ روایت میں جو بات ہے اس کے خلاف ہے؟ صرف فرق اتنا ہی تو ہے کہ نضر بن عاصم نے پوری روایت ذکر کردی ہے اور دوسروں نے ناقص ذکر کیا ہے۔

یہ زیادتی ایسی ہی ہے جیسا کہ مسلم وغیرہ میں حدیث عبادة میں فصاعدا کا لفظ ہے۔ بخاری نے اس کو چھوڑ دیا ہے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کو ناقص ذکر کیا ہے، اور مسلم اور نسائی کی روایت میں فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ پوری روایت ہے۔

انصاف کا تقاضا ہے کہ اگر زیادتی کے ساتھ روایت کرنے والا ثقہ ہے تو اس کی حدیث کو قبول کیا جائے اور اہل حدیث نام رکھنے والوں کو تو حدیث کے ہر جز کو اگر صحیح سند سے وہ جز ثابت ہو دانت سے پکڑ لینا چاہئے تاکہ وہ اپنے نام [illegible] والے قول کی لاج رکھ سکیں۔

مبارکپوری کی دھاندلی یا خیانت

یہاں مبارکپوری صاحب کی ایک اور دھاندلی اور خیانت کو میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہل حدیث نام رکھنے والے یہ بہروپیے غیر مقلدیت کے طفیل کیسے خائن اور بد دیانت اور متعصب ہوتے ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہوا کہ مبارکپوری صاحب کا کہنا

ہے کہ اس کو قتادہ راوی نے (جو مدلس ہیں) نصر بن عاصم سے عن سے روایت کیا ہے اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، حالانکہ نسائی شریف میں قتادہ کا سماع نصر بن عاصم سے ثابت ہے۔ اس لئے قتادہ کا عاصم سے عن سے روایت کرنا قطعاً مضر نہیں ہے، خود مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

فان قلت: قد وقع التصريح بسماع قتادة من نصر بن عاصم في بعض روايات النسائي، قلت: نعم، لكن ليس فيها ذكر هذه الزيادة. (ص ۲۷۲)

یعنی اگر تم کہو کہ نصر بن عاصم سے قتادہ کا سماع نسائی کی بعض روایت میں ثابت ہے، تو میں کہوں گا کہ ہاں، مگر اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔

جب مبارکپوری صاحب کو خود تسلیم ہے کہ قتادہ کا سماع نصر بن عاصم سے ثابت ہے تو اس روایت کو تدلیس کے عیب کی وجہ سے رد کر دینا انتہائی درجہ تعصب کی بات ہے!

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ نسائی کی روایت میں جو قتادہ نصر بن عاصم سے روایت کرتے ہیں اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔

مبارکپوری کی فہم حدیث کا نمونہ

یہ بھی ان کی قابلیت ہے، جناب والا امام نسائی نے تو اس حدیث کو صرف یہ بتلانے کے لئے ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے تھے، یہ بتلانے کے لئے ذکر نہیں کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کہاں رفع یدین کیا کرتے، اگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح کوئی انکار کرتا رہے، تو بہت کم صحیح احادیث رسول بھی محفوظ رہ سکیں گی، مگر اہل حدیث نام رکھنے والے ان غیر مقلدوں کو اس کا احساس نہیں، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

سجدہ کیلئے جاتے وقت کی صحیح حدیث کا انکار

(۶۶)..... حضرت امام طبرانی نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہتے اور سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدوں میں جاتے وقت بھی رفع یدین کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہے۔

مبارکپوری کا ہیثمی پر عدم اعتماد

علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ نیموی نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے اور علامہ ہیثمی نے جو اس کی سند کو صحیح کہا ہے تو اس پر مجھ کو اطمینان نہیں ہے۔ ولا یطمئن القلب علی تصحیح الهیثمی. (ص ۲۱۲)

خوب! مولانا مبارکپوری جیسا اگر کوئی محدث ہو تو ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہوگی کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ میرا قلب بخاری کی تصحیح پر مطمئن نہیں ہے، مسلم کی تصحیح پر مطمئن ہے اور دیگر محدثین کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا ہے۔ مبارکپوری نے انکار حدیث کا چوپٹ دروازہ کھول دیا ہے۔

آپ کا قلب ہیثمی کی تصحیح پر کیوں مطمئن نہیں ہے؟ کیا وہ ناقابل اعتبار محدث تھے؟ آپ نے ان احادیث میں سے جن کے بارے میں انہوں نے صحت کا حکم لگایا ہے کتنی کو دلائل سے غلط ثابت کر دیا ہے؟ کیا علامہ ہیثمی نے کسی ایسی کتاب کا حوالہ دیا ہے جو نادر تھی، آپ خود اس حدیث کی سند کو دیکھ کر اس کا صحیح ہونا یا غلط ہونا معلوم نہیں کر سکتے تھے؟ بات کچھ نہیں ہے، بات صرف اتنی ہے کہ "میرا ہی دل نہ

چاہے تو باتیں ہزار ہیں''

ناظرین کرام آپ اندازہ لگائیں کہ غیر مقلدین صحیح احادیث کا انکار کرنے میں کتنے جری ہیں؟ جو صحیح حدیث ان کے مطلب کے خلاف ہوگی اس کا وہ انکار کریں گے اور گائیں گے۔ ''مابلبلان نالاں گلزار ما محمدؐ'' انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

اس صحیح حدیث کا انکار کرنا خود مبارکپوری صاحب کو بھی چبھ رہا ہے اس وجہ سے مزید فرماتے ہیں کہ،

مبارکپوری کی پلٹنی

اگر اس کی سند کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ بخاری میں جو حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے: ولا یفعل ذلک حین یسجد یعنی جب سجدہ کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے اس کے خلاف ہے۔ (ابکار، ص ۲۴۷)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ اپنی شرائط ہیں اس کے مطابق وہ حدیث لاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو حدیث بخاری شریف یا مسلم شریف میں نہ ہو وہ حدیث صحیح بھی نہ ہو، خود مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں کسی روایت کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حدیث صحیح بھی نہ ہو، ابکار میں مبارکپوری صاحب نے اس کی صراحت کی ہے۔

سجدوں والی رفع یدین کی حدیث کا انکار کرنا بڑی جرأت کی بات ہے

پھر مبارکپوری صاحب کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ انہوں نے سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا انکار کردیا، جب کہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ جزء رفع یدین میں اس کا ذکر کیا ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک

دور حاضر کے مسلم شیخ البانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح بتایا ہے۔ (دیکھو صفۃ صلوۃ النبی)

مارو گھٹنا پھوٹے سر کی مثال

حضرت مبارکپوری بھی عجیب وغریب آدمی ہیں، علامہ نیموی تو یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سجدہ میں جاتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے، اس کا رد کرتے ہوئے جناب مبارکپوری صاحب نے ادھر ادھر کی بہت سی باتیں کی ہیں، ایک بات یہ بھی کہی ہے

وروی مسلم فی صحیحہ عن ابن عمر موفوعاً ولا یرفعھما بین السجدتین. (ص:۶۷۵)

یعنی مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ نیموی تو سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر کر رہے ہیں اس کا رد مبارکپوری صاحب صحیح مسلم کی اس حدیث سے کر رہے ہیں جس میں دونوں سجدوں کے درمیان عدم رفع یدین کا ذکر ہے۔

اسی کو کہتے ہیں مارو گھٹنا پھوٹے سر، یہ ہیں فاضل اجل، محدث بے بدل حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری،

سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین کرنے کی ایک اور حدیث کا انکار

(۶۷)...... غیر مقلدوں نے اس صحیح حدیث کو بھی رد کر دیا ہے جس کو علقمہ بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب سجدہ میں جاتے۔

جس ثقہ راوی کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا ہو اس کی حدیث کب غیر معتبر ہو گی

اس صحیح حدیث کے رد کرنے کا پیمانہ مؤلف نے یہ نکالا کہ اس کی سند میں حصین بن عبدالرحمٰن ہے، ،جس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا'' اور جب سجدہ میں جاتے'' کا لفظ تنہا اس نے ذکر کیا ہے۔ (ص: ۲۷۷)

جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ جس ثقہ راوی کا حافظہ بعد میں خراب ہو گیا تھا اس کی روایت حافظہ کے خرابی کے بعد کی ہے، اس وقت تک اس ثقہ کی حدیث کو رد کرنا قطعاً درست نہیں ہے، صرف یہ کہنا اس کا حافظہ بعد میں خراب ہو گیا تھا اور یہ کہہ کر اس کی صحیح روایت کو رد کرنا علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اس طرح سے اگر احادیث کو مردود ٹھہرایا جائے تو سیکڑوں صحیح احادیث کا رد کرنا لازم آئے گا۔ اس لئے کہ ایسے کم ہی محدث ہوں گے جن کا حافظہ آخر میں متغیر نہ ہوا ہو، مگر مبارکپوری صاحب کو اس کا خیال نہیں رہتا اور صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے جس طرح انہوں نے تدلیس حدیث کو بہانہ بنالیا ہے، تغیر حافظہ کو بھی بہانہ بنایا ہے اور جگہ جگہ اس بہانہ سے احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نیز اس صحیح حدیث کو رد کرنے کا ایک بہانہ ان کے پاس یہ بھی ہے کہ دوسروں نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے، اب مبارکپوری صاحب کو کیسے کوئی بتلائے کہ ہم نے آپ ہی سے یہ سیکھا ہے کہ ثقہ کی زیادتی قبول کی جاتی ہے اور علم کو عدم علم پر فوقیت ہوتی ہے۔

اس حدیث کو رد کرنے میں بھی مبارکپوری صاحب نے اپنی عقل کا تماشا بنایا

ہے فرماتے ہیں کہ:

صحیح حدیث کو رد کرنے میں مبارکپوری نے اپنی عقل کو تماشا بنایا

''نیز اس حدیث میں جو ''واذا سجد'' کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین کرتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ واذا رفع راسه من الرکوع للسجود، یعنی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے سجدہ کرنے کے لئے تو رفع یدین کرتے۔ (ابکار، ص ۲۷۸)

جی ہاں! آپ جو چاہے مطلب بیان کریں آپ ہیں ہی غیر مقلد کی کی نظر میں تو آپ حدیث کا مطلب بیان کرنے والے ہیں نہیں، مگر ہم مقلد لوگ تو آپ سے یہ گذارش ضرور کریں گے براہ کرم کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں یہ مطلب بیان کیا گیا ہو یا کسی ایک محدث کا نام لیں جس نے اس حدیث کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو آپ کے ذہن کا تراشیدہ ہے؟

مولانا مبارکپوری صاحب اگر زندہ ہوتے تو میں آپ سے گذارش کرتا اللہ سے ڈریئے، اس کے رسول سے شرم کھائیے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلونا نہ بنائیے۔ انکار حدیث کا دروازہ آپ ہی جیسے غیر مقلدوں کی اسی جیسی باتوں سے کھلا ہے، اب تو آپ بس کیجئے۔

رفع یدین کے سلسلہ میں ابن حزم کا بیان

سنئے ابن حزم جیسا غیر مقلد کیا فرماتا ہے، انہوں نے لکھا ہے:

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جس نے جیسا

دیکھا اسی طرح اس نے حدیث بیان کی، اس لئے اگر حدیث صحیح ہے تو اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے۔ (دیکھو محلی ابن حزم)

بخاری شریف میں رفع یدین کی حدیث تین طرح کی ہے

خود بخاری شریف میں رفع یدین کا ذکر تین طرح کا ہے، ایک روایت میں تین جگہ رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، ایک میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے اور ایک روایت جو ابو حمید الساعدی کی ہے اس میں صرف ایک جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

(دیکھو باب سنۃ الجلوس فی التشہد)

مبارکپوری نے حدیث کے رد کرنے کا ایک نیا قاعدہ گڑھا

مبارکپوری صاحب نے اس جگہ ایک بالکل نیا قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے، جو پہلی دفعہ انہیں کی زبان سے سننے میں آیا ہے وہ کلیہ یہ ہے:

والسنن لا تثبت اذا تعارضت وتدافعت. (ص:۶۷۹)

یعنی سنتیں جب متعارض ہوں تو وہ ثابت نہیں ہوتی ہیں۔

جب کہ سنتوں کے تعارض وتدافع کی شکل میں تطبیق وترجیح کے بعد ہی ان کے عدم ثبوت کا حکم لگایا جائے گا، اگر مبارکپوری صاحب کا یہ کلیہ تسلیم کرلیا جائے تو بہت سی احادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر تم سے کوئی کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کیا کرتے تھے تو اس کو سچا مت جانو، اور صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا، صحیح حدیث میں یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے اور یہ بھی ہے کہ تین جگہ چار جگہ بلکہ ہر

تکبیر کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے، حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ سورہ فاتحہ پڑھا کرو تو کیا اس تعارض کی وجہ سے ان احادیث کا انکار کر دیا جائے گا یا تعارض کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

غیر مقلدین کا اتنا بڑا امام اور اتنا بڑا محدث اتنی لچر بات کہہ رہا ہے حیرت ہی حیرت ہے!

عیب آخر عیب ہے کتنی بلندی پر نہ ہو
داغ آخر داغ ہے داغ مہ کامل سہی

سجدہ میں رفع یدین کی ایک اور حدیث کا انکار

(۶۸) ..... حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ جزء رفع یدین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے۔

یحییٰ بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب اس صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں، اور انکا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا، اور یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کی یہ حدیث حافظہ میں تغیر آنے سے پہلے کی ہے یا بعد کی، اس لئے اس کی سند کیسے صحیح ہوگی۔ (ص:۶۷۹)

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند ایسے صحیح ہوگی کہ اس حدیث کا روایت کرنے والا امام بخاری جیسا محدث ہے، اگر اس کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ اس حدیث کو روایت نہ کرتا، یا پھر وہ بھی اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ بیان کرتا، جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے ضعیف ہونے کی طرف

کوئی اشارہ نہیں کیا تو پھر مبارکپوری جیسے غیر مقلد کو کیا حق پہونچتا ہے کہ حدیث کا وہ انکار کریں۔

دیکھئے یہ ہیں "مابلبلان نالاں گلزار ما محمدؐ" کی قوالی گانے والے اہل حدیث نام کے نئے منکرین حدیث، انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے۔

مبارکپوری نے سجدہ میں رفع یدین والی تمام احادیث کا انکار کیا

مولانا مبارکپوری صاحب کی جرأت کا عالم یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں جاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے اور جو حدیثیں ہیں وہ ضعیف ہیں، حالانکہ البانی نے اپنی کتاب "صفۃ صلاۃ النبی" میں سجدہ میں جانے کے وقت رفع یدین کی کئی صحیح حدیثیں ذکر کی ہیں، اور مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ روایت جس میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اور سجدہ میں رفع یدین کیا کرتے تھے، اس کو ابن حزم نے محلی میں بھی ذکر کیا ہے، اور مصر کے مشہور محدث اور علم حدیث میں ماہر، نیز غیر مقلد عالم علامہ احمد محمد شاکر نے محلی کے حاشیہ میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

ھذا اسناد صحیح جداً (ج ۴: ص ۹۲)

یعنی یہ بہت ہی صحیح سند ہے۔

اور اس بہت ہی صحیح سند والی حدیث کو مبارکپوری صاحب نے چٹکیوں میں اڑادیا، اناللہ وانا الیہ راجعون

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

معلوم ہوا کہ مولانا مبارکپوری صاحب تحقیق کرکے اور انصاف کو کام میں

لا کر کسی حدیث کے صحیح ہونے یا ضعیف ہونے کا فیصلہ نہیں کرتے تھے، بلکہ احناف سے دشمنی اور مذہب حنفی کے خلاف ان کا تعصب اور ان کی جاہلیت ان کو صحیح احادیث کے انکار پر ابھارا کرتی تھی اور انہوں نے اس بارے میں صداقت وامانت اور دیانت داری کا بستر بوریا لپیٹ کر رکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ ایسی نفسانیت اور ایسے جاہلی تعصب سے ہر اہل علم کو اپنی پناہ میں رکھے۔

غیر مقلدوں کا اصل جذبہ

اصل بات یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری صاحب میں حدیث پر عمل کرنے کا جذبہ تو برائے نام تھا، اور اپنے مذہب کی پاسداری اور اس کی بے جا حمایت ہی ان کی زندگی کا مقصود اور ان کا مطمح نظر تھا، اس لئے ان کے نزدیک ہر نا کردنی جائز تھی جس سے ان کے مصنوعی اور اختراعی مذہب کی دیوار میں کوئی رخنہ نہ پڑے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں سجدہ کے لئے رفع یدین کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اور علامہ شاکر فرماتے ہیں کہ **فقد ثبت باصح اسناد فعل ابن عمر للرفع عند السجود** یعنی صحیح تر سند سے ثابت ہوا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کے لئے رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے حضرت وائل فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (**اذا رفع راسه من السجود ایضا رفع یدیه**) جب اپنا سر سجدہ سے اٹھایا تو بھی آپ نے رفع یدین کیا۔ (محلی: ج ۴ ص ۹۱)

ابن حزم نے اسی سلسلہ کی یہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس کو حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدہ کیا اور

جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔ (ایضاً)

ابن حزم نماز میں مختلف جگہوں پر رفع یدین کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان احادیث کو روایت کرنے والے سب ثقہ ہیں، واخذ الزیادات فرض لایجوز ترکہ (ج۴:ص۹۳) یعنی جب ثقہ کسی زیادتی کو روایت کرے تو اس کا اختیار کرنا فرض ہے، اس کا چھوڑنا جائز نہیں، اور جس نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے تو اس کا سکوت مضر نہیں ہے۔

غرض ابن حزم (جو غیر مقلدیت کے شہنشاہ ہیں) کے نزدیک تو سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین ایسا ثابت ہے کہ اس پر عمل کرنا فرض ہے، اور مبارکپوری صاحب کے نزدیک ان جگہوں پر رفع یدین کی ایک روایت سے ثابت نہیں!

وللناس فیما یعشقون مذاهب

ترا حسن یوں تو عجیب ہے، تیری باتیں اس سے عجیب تر

ترے رخ کو کوئی تکا کرے، تیری باتیں کوئی سنا کرے

غیر مقلدین کی اس قسم کی احادیث کے بارے میں بد احتیاطی اور جرأت بیجا کی وجہ سے منکرین حدیث کو انکار حدیث کی جرأت ہوئی۔

عدم رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کی صحیح حدیث کا انکار

(۶۹) ..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے، امام ترمذی، امام ابوداؤد، اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز نہ

پڑھاؤں؟ پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی تو ابتداء صلوٰۃ میں ایک جگہ رفع یدین کیا۔

یہ روایت بالکل صحیح ہے ابن حزم نے اس کو صحیح کہا ہے، البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف نے اس کو صحیح کہا ہے، محقق عالم اور محدث علامہ احمد محمد شاکر نے اس کو صحیح کہا ہے۔ غرض اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اہل کوفہ کا اسی پر اجماعی عمل رہا ہے۔ معلوم ہے کہ کوفہ اپنے وقت میں محدثین اور فقہاء کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ حضرت امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، مگر مبارکپوری صاحب اس حدیث کو ضعیف ٹھہرانے پر ادھار کھائے ہوئے ہیں اس لئے کہ یہ حدیث ان کے مزعوم اور اختراعی مذہب کے خلاف ہے۔ ذرا اس صحیح حدیث کو رد کرنے کا ان کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

ان حديث ابن مسعود ليس بصحيح ولا بحسن بل هو ضعيف لا يقوم بمثله حجة (ابکار، ص ۲۸۴)

یعنی ابن مسعود کی حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن ہے بلکہ وہ ضعیف ہے اس طرح کی حدیث دلیل نہیں بنا کرتی۔

امام ترمذی پر عدم اعتماد

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

واما تحسين الترمذی فلا اعتماد عليه لما فيه من التساهل (ایضا)

یعنی امام ترمذی کے حسن کہنے پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر تساہل تھا۔

ابن حزم پر عدم اعتماد

اور ابن حزم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

واما تصحیح ابن حزم فالظاهر انه من جهة السند ومن المعلوم ان صحة السند لا تستلزم صحة المتن، على تصحيح ابن حزم لا اعتماد عليه ايضا، (ابکار: ص ۶۸۴)

یعنی رہا ابن حزم کا اس کو صحیح کہنا تو ظاہر ہے کہ وہ سند کے اعتبار سے ہے اور معلوم ہے کہ سند کی صحت کی وجہ سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، نیز ہم کو ابن حزم کے صحیح کہنے پر بھی اعتماد نہیں ہے۔

مبارکپوری نے غیر مقلدیت کا اصلی چہرہ دکھایا

اور جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس صحیح حدیث کو ضعیف ٹھہرانے پر مبارکپوری صاحب کو اتنا کچھ کہنے پر بھی تسکین نہیں ہوئی، تو اپنی اصلی غیر مقلدیت کا انہوں نے چہرہ دکھلایا اور یہ کہا کہ حضرت ابن مسعود رفع یدین کرنا بھول گئے تھے، فرماتے ہیں:

ولو تنزلنا وسلمنا ان حديث ابن مسعود هذا صحيح او حسن فالظاهر ان ابن مسعود قد نسيه كما نسي امورا كثيرة، (ابکار: ص ۶۸۴)

یعنی اگر ہم نیچے اتر کر بات کریں اور یہ کہیں کہ ابن مسعود کی یہ حدیث صحیح یا حسن ہے تو ظاہر یہ ہے کہ ابن مسعود رفع یدین کرنا بھول گئے تھے جس طرح انہوں نے بہت سی باتوں کو بھلا دیا تھا۔

یہ ہے غیر مقلدیت کی آخری معراج، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے

بارے میں جو دل میں تھا اسے اگل دیا، لعنت ہے ایسی غیر مقلدیت پر اور تف ہے ایسے اہل حدیث کہلانے پر،

مبارکپوری کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات کہتے ہوئے شرم نہیں آئی جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی اور پہلے اسلام لانے والے تھے، ان بدعقلوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ جس رفع یدین کو غیر مقلدین نماز کی ہر ہر رکعت میں خواہ فرض ہو خواہ سنت ہو یا نوافل ہوں سنت کہتے ہیں، اس رفع یدین کو حضرت ابن مسعود بھول گئے اور دوسروں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر بھی ان کو رفع یدین کرنا یاد نہیں آیا؟ جن کی عقل کا اور فہم کا یہ عالم ہو ان کو غیر مقلدین کی جماعت میں بہت بڑا محدث کہا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ اور بالکل سچ فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقهه فی الدین، (بخاری) یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے، یعنی دین کی سمجھ کا گوہر بے بہا ہر بدبخت کی قسمت میں نہیں ہوتا،

عدم رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا اثر

(۷۰)......طحاوی شریف اور مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب اس اثر کو یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ:

اس کی سند میں ابراہیم نخعی ہیں اور وہ مدلس ہیں، انہوں نے اس کو اسود سے عن سے روایت کیا ہے، اس لئے یہ اثر کیسے صحیح ہوگا۔ (ص:۲۹۶)

ماشاء اللہ، اب مبارکپوری صاحب ابراہیم نخعی جیسے محدث اور فقیہ کا بھی

عنعنہ نہیں قبول کریں گے!

اگر مبارکپوری صاحب میں دم خم ہے تو ابراہیم نخعی کے بارے میں اپنی یہ بات کسی اور محدث سے نقل کردیں،

یہ کون سی بات ہوئی!

یہ کون سی بات ہوئی کہ آپ کے مذہب کے خلاف جو بھی حدیث ہے ان سب کو آپ ضعیف قرار دیتے چلے جارہے ہیں، خواہ اس کی سند کتنی بھی صحیح ہو!

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ رویہ کسی سچے پکے مسلمان کا نہیں ہوسکتا، جی ہاں! جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہوگی آپ کی احادیث کا احترام ہوگا، اسلاف پر اعتماد ہوگا، محدثین کے فرق مراتب سے واقف ہوگا، اس کا یہ رویہ نہیں ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا۔

عدم رفع یدین کے بارے میں حضرت علیؓ کے اثر کا انکار

(۷۱)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر طحاوی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں صحیح سند سے مذکور ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رجاله ثقات یعنی اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ زیلعی فرماتے ہیں کہ هو اثر صحيح، یعنی یہ اثر صحیح ہے اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اثر صحیح مسلم کی شرط پر ہے مگر مبارکپوری صاحب کسی کی نہیں سنتے اور فرماتے ہیں:

اثر علی هذا ليس بصحيح وان قال الزيلعي هو اثر

صحیح وقال العینی علی شرط مسلم (ابکار:ص۲۰۲)
یعنی حضرت علی کا یہ اثر صحیح نہیں ہے، اگر چہ زیلعی کہا کریں کہ وہ اثر صحیح ہے اور عینی کہا کریں کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

حالانکہ خود مبارکپوری صاحب نے یحییٰ ابن معین سے عاصم بن کلیب کی توثیق نقل کی ہے، اور کمال یہ ہے کہ عینی نے جو یہ کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔ اس کا وہ انکار بھی نہیں کر سکتے، اور یحییٰ ابن معین کے بارے میں خود ان کا یہ قول ہے کہ وہ امام هذا الشان ہیں یعنی فن اسماء الرجال اور فن حدیث کے امام ہیں۔ (ص:۲۰۴)

حضرت ابن عمرؓ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے

(۷۲)..... حضرت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے: صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیر الاولیٰ من الصلوۃ، یعنی میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو (ان کو دیکھا کہ) وہ نماز کی صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت امام طحاوی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے اس اثر کو نقل کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

مبارکپوری نے حضرت ابن عمرؓ کا انکار کیا

مبارکپوری صاحب نے اس کو بھی یہ کہہ کر رد کر دیا کہ مجاہد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں کی مخالفت کی ہے اور یہ کہ اس کی سند میں ابوبکر بن عیاش ہیں جن کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا، مگر مبارکپوری صاحب نے ازراہ انصاف یہ نہیں بتلایا کہ یہ اثر حافظہ کی خرابی کے بعد کا ہے، حالانکہ اس کا مردود ہونا اسی پر موقوف

تھا، اچھا تو پھر بخاری سے بھی ان کی تمام روایتوں کو نکالنا چاہئے، جب وہ مجروح راوی ہیں تو وہ ہر جگہ مجروح ہوں گے، پھر تو بخاری کی کتاب سے اعتماد اٹھ گیا کہ اس میں ابوبکر عیاش جیسے مجروح راوی کی بھی روایتیں ہیں اور امام بخاری ان روایتوں کو بطور دلیل لائے ہیں۔

ابھی اوپر محلی ابن حزم سے معلوم ہو چکا ہے کہ رفع یدین مختلف حالتوں میں حضور سے ثابت تھا، ایک جگہ بھی اور مختلف جگہوں پر بھی تو اس صحیح اثر کا انکار زبردستی ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اور جب اللہ کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کے علم کے علی الرغم اس کو رسوا کرتا ہے، ابھی آپ نے دیکھا کہ مبارکپوری صاحب نے کتنے شدومد سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو رد کیا تھا، اور اب یہاں انہیں عبداللہ بن مسعود کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

وكان يرويه ابوبكر قديماً عن حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود مرسلا وموقوفا ان ابن مسعود كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لا يرفعهما بعد، وهذا هو المحفوظ عن ابى بكر بن عياش (ابکار:ص۲۰۵)

یعنی ابوبکر بن عیاش پہلے حصین عن ابراہیم عن عبداللہ ابن مسعود کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ نقل کیا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز شروع کیا کرتے تھے تو رفع یدین کیا کرتے تھے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے، ابوبکر بن عیاش سے یہی روایت محفوظ ہے۔

چلئے ہم نے مبارکپوری صاحب کی اس ابن عمر کے اثر کے مردود قرار دینے کے بارے میں ساری بات مان لی، مگر اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ابن عمر کے بارے میں نہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں مبارکپوری صاحب نے اعتراف کرلیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے اور معلوم ہے کہ ابن مسعود ابن مسعود ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مقابلہ میں نہایت صغیر السن صحابی تھے، وكفى لنا فخراً الا قتداء بابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه،

حضرت ابن عمرؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے

ابن عمرؓ کے شاگردوں کا بیان

اور لطف یہ ہے کہ مبارکپوری صاحب نے جس بات کی بڑے شدومد سے نکیر کی تھی خود ان کے کلام سے اس کا ثبوت ہورہا ہے، مبارکپوری صاحب نے بڑے جوش میں فرمایا تھا کہ سجدہ کے لئے رفع یدین کرنے کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ اور یہاں یہ فرما گئے کہ حضرت ابن عمرؓ کے شاگردوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر جب جب تکبیر کہتے تھے تب تب رفع یدین کرتے تھے۔ رأينا ابن عمر رفع يديه اذا كبر و اذا رفع (ص:۵۰۷) یعنی حضرت ابن عمرؓ کے شاگردوں کا بیان تھا کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تکبیر کہتے رفع یدین کرتے اور جب سر اٹھاتے رفع یدین کرتے۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

عدم رفع یدین کے ایک اور اثر کا انکار

(۷۳)......حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ اثر صحیح سند سے طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود افتتاح صلوۃ کے

سوا اور کہیں رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

اس اثر کو حضرت ابراہیم نخعی نے مرسل نقل کیا ہے اور محدثین کے نزدیک حضرت ابراہیم نخعی کا مرسل حضرت عبداللہ بن مسعود سے بالاتفاق صحیح ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ارسال مطلقاً مقبول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں:

محدثینؒ کے نزدیک ابراہیم نخعی کے مراسیل صحیح ہوتے ہیں۔ (ج۱:ص۳۸)

اور حضرت ابن معین جن کے بارے میں مبارکپوری صاحب بار بار کہتے ہیں کہ وہ فن اسماء الرجال اور فن حدیث کے امام تھے، وہ فرماتے ہیں کہ: مراسیل ابراهیم احب الي من مراسیل الشعبي (قواعد فی علوم الحدیث نقلاً عن التدریب: ص۱۵۰)

حاصل یہ ہے کہ یہ اثر صحیح ہے، مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حصین بن عبدالرحمٰن ہیں جن کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ (ص:۱۴)

مبارکپوری صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے یہ نسخہ بار بار استعمال کرتے ہیں اس اللہ کے بندہ کو یہ معلوم ہے کہ تغیر حافظہ کا اثر اسی روایت پر پڑتا ہے جو تغیر حافظہ کے زمانہ کی ہو، حافظہ کے متغیر ہونے سے پہلے ثقہ راوی کی جو بھی روایت ہوگی اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مگر عصبیت جاہلیہ کی وجہ سے اور مذہب حنفی کی ضد میں محدثین کی اس اصل کو اس نے اس کتاب میں اٹھا کر طاق پر رکھ دیا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ کس کو وہم نہیں ہوتا اور کیا ہر زمانہ میں سب کا حافظہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے، اس طرح کے تغیر سے تو امام مالک، شعبہ، امام وکیع جیسے محدثین بھی پاک نہیں ہیں تو کیا ان کی روایتوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (میزان: ج۲ص۳۰۱: نقلاً عن قواعد فی علوم الحدیث ص۲۸۰)

مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک اور صحیح اثر کا انکار

(۷۴)...... مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

ابواسحٰق فزاری کہتے ہیں کہ:

كان اصحاب ابن مسعود واصحاب علی لا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة، قال وکیع ثم لا یعودون،

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اور حضرت علی کے شاگرد صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع نے یہ بھی کہا کہ وہ لوگ دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب اس اثر کا انکار نہیں کر سکے کہا تو یہ کہا کہ اصحاب ابن مسعود اور اصحاب علی سے مراد ان کے تمام شاگرد نہیں ہیں۔ (ص:۱۶)

میں کہتا ہوں کہ سب نہیں تو اکثر کا تو یہی مذہب تھا، اور جب ان کا یہ مذہب تھا تو ان کے استادوں کا بھی یہی مسلک ہونا اغلب بلکہ یقینی ہے۔ آپ نے بھی صرف ایک مثال دی کہ حسن بصری حضرت علی کے شاگردوں میں تھے اور ان کا یہ مذہب نہیں تھا، کوئی اور دوسری مثال آپ کو ملی نہیں، جس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے اکثر شاگردوں کا یہی مذہب تھا بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں کا یہی مذہب تھا، اس لئے کہ ان کے شاگردوں سے آپ نے رفع یدین کا ثبوت بہم نہیں پہونچایا۔

سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھنے کی حدیث کا انکار

(۷۵)......امام ترمذی، ابوداؤد، امام نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو پہلے اپنے دونوں گھٹنوں کو رکھتے پھر اپنے ہاتھوں کو رکھتے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن بتلایا ہے، اور خود مبارکپوری کو اعتراف ہے کہ اس کے شواہد بہت ہیں اور یہ مختلف طرق سے منقول ہے اور مبارکپوری صاحب

کے نزدیک تعدد طرق سے حدیث صحیح اور حسن ہو جاتی ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں انہوں نے اس طرح بہت سی حدیثوں کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے، ترمذی شریف میں محمد بن اسحٰق عن عمرو بن شعیب کے طریق سے یہ حدیث ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منامن لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا.

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، مگر امام ترمذی نے اس کو صحیح بتلایا ہے، تو اس کا جواب مبارکپوری صاحب نے یہ دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس کو تعدد طرق کی وجہ سے صحیح کہا ہے۔ (ج۳:ص۱۲۲)

وضوء میں بسم اللہ پڑھنے والی احادیث سب کی سب ضعیف ہیں مگر غیر مقلدین کے یہاں وضوء میں بسم اللہ پڑھنا رکن یا شرط ہے، وضوء میں بسم اللہ کو رکن یا شرط ثابت کرنے کے لئے ان ضعیف احادیث کو صحیح بتلانے کیلئے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

قلت واحادیث الباب کثیرہ یشد بعضها بعضا فمجموعها یدل علی ان له اصلا (تحفہ:ج۱:ص۳۹)

یعنی اس باب کی حدیثیں بہت ہیں جن سے ایک دوسرے کی تقویت ہوتی ہے اس لئے ان کا مجموعہ بتلاتا ہے کہ اس حدیث کی یعنی وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔ غرض مبارکپوری صاحب جہاں اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے، تو تعدد طرق اور شواہد کی کثرت کو ضعیف احادیث کو صحیح اور حسن بتلانے کے لئے دلیل اور حجت بنا لیتے ہیں، اور جب ان کے مطلب کے خلاف بات ہوتی ہے تو ہر حدیث کا ضعف بتلا کر سب کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کے مجموعہ اور تعدد طرق سے کوئی ضعیف حدیث بھی صحیح نہیں ہوتی اور نہ اس کی کوئی اصل نظر آتی ہے۔

یہاں بھی یعنی وضع الرکبتین والی حدیث میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

کی تحسین کے علی الرغم اور تعدد طرق اور اس کے شواہد کے علی الرغم مبار کپوری صاحب نے اس حدیث کا انکار کر دیا اس لئے کہ اس سے احناف کا مذہب ثابت ہو رہا تھا کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنا پھر ہاتھ رکھنا چاہئے۔

حضرت مالک اشعری کی صحیح حدیث کا انکار

(۷۶)...... حضرت مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے، اور مبار کپوری صاحب اس کو حضرت امام احمد بن حنبل کی مخالفت کرتے ہوئے ضعیف بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جو کثیر الوہم والا رسال ہے۔

میں کہتا ہوں، مبار کپوری صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ راوی کثیر الارسال اور کثیر الوہم ہونے کے باوجود ثقہ تھا کہ نہیں، اگر ثقہ نہیں تھا تو اس کی عدم ثقاہت کو ثابت کرنا چاہئے تھا اور اگر ثقہ تھا تو اس کا کثیر الوہم اور کثیر الارسال ہونا جب تک اس روایت میں اس کا وہم ثابت نہ ہو جائے اس کی حدیث کو رد کرنا خلاف اصول ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ تقریب میں اس کو کثیر الوہم والا رسال کہنے کے باوجود حافظ صدوق یعنی بہت زیادہ سچا بھی بتلاتے ہیں، جب امام احمد جیسا امام سنت اس حدیث کو صحیح بتلاتا ہے تو ان کے مقابل میں مبار کپوری صاحب کی کون سنتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث

عدم جلسۂ استراحت کا انکار

(۷۷)...... امام طبرانی اور بیہقی نے (سنن کبریٰ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ عبدالرحمن بن یزید

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ سجدہ سے فارغ ہو کر بیٹھتے نہیں تھے، اپنے قدموں کے سرے سے پہلی اور تیسری رکعت پر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے، اس کی سند صحیح ہے، امام بیہقی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ مبارکپوری صاحب سے اس صحیح اثر کا انکار نہیں ہو سکا، مگر فرماتے ہیں کہ بیہقی نے یہ بھی کہا ہے کہ سنت کی اتباع زیادہ اولی ہے۔ (ص ۸۳ ج ۲)

میں کہتا ہوں کہ مبارکپوری صاحب اور تمام غیر مقلدین کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ صحابہ کرام سے بھی زیادہ سنتوں کے واقف کار تھے اور ان کا جذبہ عمل بالحدیث والسنۃ ان سے بھی بڑھا ہوا تھا، یعنی عبداللہ بن مسعود کی نماز تو خلاف سنت تھی اور یہ انگریزی دور کی پیداوار جماعت سنت والی نماز پڑھتی ہے، ناظرین کرام آپ مسلسل دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ غیر مقلدین ہر اس حدیث کو رد کرنے میں کتنے بے باک ہیں جو ان کے تراشیدہ مسلک کے خلاف ہوتی ہے۔

آہستہ تشہد پڑھنے والی حدیث کا انکار

(۷۸)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ سنت یہ ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھا جائے، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

مبارکپوری صاحب اس حسن اور صحیح حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہیں اور وہ مدلس ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن اسود سے عن سے روایت کیا ہے اس لئے اس کی سند حسن اور صحیح کیسے ہوگی؟ اور پھر حاکم اور ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں ان کا تساہل (یعنی ضعیف حدیث کو حسن اور صحیح کہہ دینا) مشہور ہے۔ (ص ۹۲ ج ۲)

محمد بن اسحٰق کے بارے میں مبارکپوری کی دہری پالیسی

مبارکپوری صاحب محمد بن اسحٰق کے بارے میں دہری پالیسی اختیار کئے ہیں، جب ان کے مطلب کی بات ہوتی ہے تو اس کی حدیث قابل احتجاج بن جاتی ہے اور جب ان کے مطلب کے خلاف بات ہوتی ہے تو اس کی حدیث قابل حجت نہیں رہتی ہے اور وہ مدلس بن جاتا ہے۔

مثلاً ابکار ہی میں دیکھئے ایک حدیث کے بارے میں جب علامہ نیموی نے فرمایا کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے اور اس کا حافظہ خراب تھا، تو مبارکپوری صاحب ان پر بگڑ پڑے اور کہا کہ نیموی کی یہ بات ان کی غفلت یا تعصب کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ (ص:۲۸۶) یعنی محمد بن اسحٰق کی روایت قابل حجت بن گئی۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: **ثم الحق ان ما ینفرد ابن اسحق فهو فی درجة الحسن،** (ص۴۶۰) یعنی حق یہ ہے کہ جس حدیث کو تنہا ابن اسحٰق روایت کریں وہ حدیث بھی حسن درجہ کی ہوتی ہے اور ایک جگہ فرمایا کہ محمد بن اسحٰق ثقہ راوی ہے امام بخاری نے اس کے ثقہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔ (ابکار: ص۴۶۲)

اور جب بات اپنے مطلب کے خلاف ہوتی ہے تو یہی محمد بن اسحٰق قابل احتجاج نہیں رہتا اور اس کی روایت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے!

ایک جگہ مبارکپوری صاحب اس انداز میں ابن اسحٰق کی روایت کو رد کرتے ہیں:

فیاللّٰہ العجب...... کیف لم یجعل روایة محمد بن اسحق شاذة مع انه رواها بالعنعنة وتفرد، وهو لا یحتج بما انفرد به (مختصر: ص۱۵۷)

یعنی ہائے رے اللہ! بڑے تعجب کی بات ہے کہ نیموی نے کیسے محمد بن اسحٰق کی روایت کو شاذ نہیں بتلایا ہے۔ حالانکہ اس نے اس روایت کو عن سے ذکر کیا ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہے اور جس روایت میں وہ منفرد ہوتا ہے وہ روایت قابل

احتجاج نہیں ہوتی ہے۔

اور ابھی آپ نے دیکھا کہ جب اپنے مطلب کی بات رہی تو مبارکپوری صاحب نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اگر محمد بن اسحٰق کسی حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہو تب بھی اس کی روایت حسن درجہ میں ہوتی ہے اور وہ ثقہ راوی ہے۔ امام بخاری نے اس کو ثقہ ثابت کیا ہے۔

یہ ہیں غیر مقلدوں کی جماعت کے محدث اعظم، اور یہ ہے ان کی دورنگی چال، اور یہ ہیں ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد کے قوال، اور یہ ہیں ما اہل حدیثیم دغا را نہ شناسیم والے اہل حدیث، حدیث رسول کو اپنی خواہش نفس کے مطابق بنانا کوئی ان سے سیکھے۔ میں ہر انصاف پسند سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ کیا یہ رویہ جو غیر مقلدین صحیح حدیث کے رد کرنے کا اختیار کرتے ہیں اس سے منکرین سنت کو فائدہ نہیں پہونچے گا؟

اخیر رات میں دعا کی حدیث کا انکار

(۷۹)......امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کون سی دعا اللہ کے یہاں زیادہ سنی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوف اللیل الآخر ودبر الصلوٰت المکتوبات، یعنی اخیر رات کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا،

حضرت امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن بتلایا ہے، مبارکپوری صاحب اس روایت کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابن جریج واقع ہیں اور وہ مدلس ہیں انہوں نے عبدالرحمٰن بن باسط سے عن سے روایت کیا ہے۔ اس لئے یہ روایت کیسے صحیح ہوگی؟ (ابکار: ص ۷۹)

چلئے اب معلوم ہوگیا کہ غیر مقلدین فرض نمازوں کے بعد اور آخر شب کی دعا سے کیوں محروم رہتے ہیں۔

اللہ اگر توفیق نہ دے
انسان کے بس کی بات نہیں

حضرت انسؓ کی صف پوری کرنے والی حدیث کا انکار

(۸۰)......ابوداؤد شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کے بعد، بعد والی، اور نا تمام صف پچھلی ہو، حضرت انس کی یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، بلکہ صحیح ہے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن کیسے ہوگی، اس میں تو قتادہ ہیں جو مدلس ہیں، اور انہوں نے حضرت انسؓ سے عن سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سعید بن عروبہ ہیں وہ بھی مدلس ہیں۔ (ص ۲۹۹)

اس طرح اس حسن اور صحیح روایت کو مبارکپوری صاحب نے مردود قرار دینے کا فریضہ انجام دیا، اب بتلاؤ کہ منکرین حدیث کو جب اس طرح کے استدلال جائیں تو وہ حدیث کا انکار کیوں نہ کریں۔

غیر مقلدین صاحبان کی جہالت یا تجاہل کا یہ عالم ہے کہ ان کو محدثین کا یہ اصول ہی یاد نہیں رہا کہ جس حدیث پر امام ابوداؤد سکوت اختیار کریں وہ محدثین کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔

مبارکپوری صاحب کا مذاق کتاب کا محشی اڑاتا ہے

اب سنئے کہ مبارکپوری صاحب کا مذاق ابکار کا غیر مقلد محشی کس طرح

اڑاتا ہے، وہ کہتا ہے:

قلت اخرجه ابن خزيمة (ج۳ص ۲۲)من طريق شعبة عن قتادة عن انس، فعلى هذا نقول :ان اسناده صحيح على قاعدة المصنف المتكررة ان شعبة ليس بمدلس، وهو لا يحمل عن مشايخه الا صحيح احاديثهم وفى الباب آثار تؤيد ذلك، راجع مصنف عبدالرزاق وصححه الالبانى فى صحيح النسائى رقم (ص:۷۸۸)

محشی کہتا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے شعبہ عن قتادہ عن انس کی سند سے روایت کیا ہے، اس لئے ہم کہیں گے کہ اس کی سند مصنف کے بار بار کے اس قاعدہ کے بیان کے مطابق صحیح ہے، اوران کا قاعدہ یہ ہے کہ شعبہ مدلس نہیں ہیں اور وہ اپنے مشائخ سے صرف صحیح احادیث روایت کرتے ہیں اور مصنف عبدالرزاق میں بہت سے آثار ہیں جو اس حدیث کی تائید کرتے ہیں، اور اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح نسائی میں صحیح بتلایا ہے۔ ''لو اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

مسجد میں جماعت ثانیہ کی حدیث کا فرضی احتمالات سے انکار

(۸۱)......امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے تشریف لائے آپ کا ارادہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا تھا، مگر لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور گھر ہی والوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی آپ نے مسجد میں جماعت ثانیہ نہیں کی)

ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور مبارکپوری صاحب

فرماتے ہیں:

اس حدیث کا حال معلوم نہیں ہے کہ یہ حدیث کیسی ہے، قابل استدلال ہے کہ نہیں، اس لئے کہ اس کا احتمال ہے کہ اس کی سند میں کوئی راوی مدلس ہو اور اس نے اس کو عن سے روایت کیا ہو، یا اس میں کوئی راوی مختلط ہو اور اس نے اپنے شیخ سے اختلاط کے بعد روایت کیا ہو، یا اس میں ایسا راوی ہو جس نے اس آدمی سے روایت کیا ہو جس کا زمانہ اس نے نہ پایا ہو، یا اس میں کوئی خرابی ہو یا شذوذ ہو اور زیلعی نے کہا ہے کہ رجال کے ثقہ ہونے سے حدیث کا ثقہ ہونا لازم نہیں آتا ہے اور ہیثمی نے جو اس کی سند کے راویوں کو ثقہ کہا ہے تو ان کا یہ کہنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (ص:۸۱۹)

دیکھئے فرضی احتمالات پیدا کر کے کیسے صحیح حدیث کو رد کیا جا رہا ہے اگر اس طرح کے احتمالات نکالے جائیں تو کسی حدیث کا بھی ثابت ہونا بڑا مشکل ہوگا۔

مبارکپوری کے علم حدیث میں کچے پن کی مثالیں

اگر مبارکپوری صاحب کو اس کی سند معلوم نہیں تھی تو امام ہیثمی کو تو اس کی سند معلوم تھی، تبھی تو انہوں نے یہ کہا کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں! اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا، اور ہمیں تو آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ کو کیا معلوم ہوتا ہے کیا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ہیثمی کے مقابلہ میں آپ کی حقیقت کیا ہے، آپ کو متداول کتابوں کی احادیث کا بھی علم نہیں ہوتا، دیکھئے اس حدیث کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی واقفیت نہیں، حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ پانچ طرح کے لوگ شہید ہوتے ہیں۔ امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس باب میں فلاں فلاں کی بھی حدیث ہے اس میں ایک حدیث حضرت صفوان کی بھی ہے، حضرت صفوان کی حدیث

کے بارے میں مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ کس کتاب میں ہے (یعنی مبارکپوری کو اس کا علم نہیں ہے کہ وہ کس کتاب میں ہے) حالانکہ مدارس میں روز پڑھائی جانے والی کتاب نسائی شریف میں ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔

امام ترمذی نے ایک حدیث ذکر کی ہے اور پھر کہا ہے کہ اس حدیث کو حضرت عائشہ نے بھی روایت کیا ہے تو مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ معلوم کرو کہ عائشہ کی حدیث کو کس نے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔

امام ترمذی نے ایک حدیث ذکر کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے بھی مروی ہے۔ مبارکپوری صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ یہ حدیث کن کتابوں میں ہے انہوں نے اس کی تخریج سے بالکل خاموشی اختیار کر لی، حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی حدیث کئی متداول کتابوں میں ہے۔ مثلاً مسلم شریف میں بھی ہے، ابن ماجہ میں بھی ہے، نسائی میں بھی ہے اور اس کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔

یہ تین مثالیں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی علم حدیث میں قابلیت بتلانے کے لئے اس وقت کافی ہیں۔ (از استدراکات محدث اعظمی)

جس کی قابلیت کا یہ عالم ہو اور علم حدیث میں جس کی وسعت نظر اس قسم کی ہو وہ جب بڑا بن کر بولتا ہے تو اس کی ضخامت پر تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے، معلوم ہوتا ہے مبارکپوری صاحب نے اپنے گریبان میں جھانک کر کبھی دیکھا ہی نہیں ہے۔

نکسیر پھوٹنے اور قے آنے سے وضو ٹوٹنے کی حدیث کا انکار

(۸۲)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مؤطا امام مالک میں ہے جس میں یہ ہے کہ اگر کسی کی نکسیر نماز پڑھتے ہوئے پھوٹ جائے یا اس کو قے

آئے تو وہ واپس جائے اور وضو کرے اور اگر اس نے بات نہیں کی ہے تو اس درمیان اس کی نماز جو امام کے ساتھ چھوٹ گئی ہے اس کو دہرائے پھر اپنی نماز پوری کرے۔

اس کی سند کو عبدالرزاق نے صحیح کہا ہے، مؤطا امام مالک میں اس حدیث کا ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں، بھلا یہ سند صحیح کیسے ہوگی اس میں تو امام زہری ہیں اور وہ مدلس ہیں انہوں نے سالم سے عن سے روایت کیا ہے۔ (ص: ۸۸۳)

میں کہتا ہوں کہ امام زہری کی عن والی احادیث بخاری و مسلم میں جتنی ہیں سب کا انکار کر دیں تاکہ ان کی غیر مقلدیت زندہ باد رہے۔ انہیں جیسے لوگوں نے انکار حدیث کا دروازہ کھولا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب کو بخاری شریف میں رفع یدین کی بھی حدیث یاد نہیں رہی، اس کو امام زہری نے اخبرنی سالم کہہ کر روایت کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ امام زہری کا سالم سے سماع ثابت ہے، اس لئے ان کا کسی روایت میں عن سالم کہنا قطعاً مضر نہیں ہے۔

نکسیر پھوٹنے سے نماز فاسد ہو جانے والی ایک اور حدیث کا انکار

(۸۳) ...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر دارقطنی میں ہے جس کی سند حسن ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز سے نکل کر وضو کرے اور اگر کسی سے بات نہ کی ہو تو اپنی نماز پر بنا کرے۔

مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن کیسے ہوگی اس کی سند میں ابو اسحٰق سبیعی ہیں جو مدلس ہیں انہوں نے عاصم بن ضمرہ سے اس کو عن سے روایت کیا ہے۔ (ص: ۸۸۴)

عاصم بن ضمرہ جن سے ابو اسحٰق نے روایت کیا ہے ان کو ابن معین نے ثقہ کہا

ہے اور امام بخاری کے استاذ ابن مدینی نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے، اور امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک حجت ہیں، مگر مبارکپوری صاحب کسی کی نہیں سننے والے ہیں۔

مولانا مبارکپوری صاحب حسب ضرورت یحییٰ ابن معین کو امام ھذا الشان وامام ھذا الفن کہیں گے، اور جب ان کو کسی حدیث کو رد کرنا ہوگا تو یحییٰ ابن معین امام ھذا الشان کو بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث کا انکار

(۸۴)...... مصنف ابن ابی شیبہ میں اسی مضمون کی ایک روایت دوسری سند سے ہے، اور یہ دوسری سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہے، اس حدیث کو بھی مبارکپوری صاحب نے رد کر دیا ہے۔ اور کہا کہ قتادہ مدلس ہیں اس کو انہوں نے عن سے روایت کیا ہے۔ (ص:۸۸۵)

تشہد کی مقدار بیٹھنے پر نماز پوری ہو جاتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا انکار

(۸۵)...... حضرت علی رضی اللہ علیہ کی حدیث سنن بیہقی میں حسن سند سے مروی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھنے والا جب تشہد کی مقدار بیٹھ چکا ہو، پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

مبارکپوری صاحب نے اس کا بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی سند کیسے صحیح ہوگی اس میں ابو اسحٰق سبیعی ہیں وہ مدلس ہیں انہوں نے اس کو عاصم بن ضمرہ سے عن سے روایت کیا ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنے کی حضرت عائشہؓ کی حدیث کا انکار

(۸۶)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث ترمذی شریف میں ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ:

اگر تم سے کوئی کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کو سچا مت جانو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب بیٹھ کر کرتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سب سے صحیح حدیث ہے۔

اس حدیث کو رد کرنے کے لئے مبارکپوری صاحب کا طنطنہ ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں:

یہ حدیث ضعیف ہے، امام ترمذی کا یہ فرمانا یہ اس باب کی سب سے صحیح حدیث ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ سب سے کم ضعف والی حدیث ہے۔ مبارکپوری صاحب کی عبارت یہ ہے۔

المراد بقول الترمذی حدیث عائشة احسن شیئ فی الباب واصح ای هو اقل ضعفا وارجح مماورد فی هذا الباب. (تحفہ: ج اص ۲۲)

کوئی مبارکپوری صاحب سے پوچھتا کہ حضرت امام ترمذی کی اس مراد کا پتہ آپ کو کہاں سے چلا؟ کیا حضرت امام ترمذی سے آپ کی ملاقات خواب میں ہوئی تھی؟ یا امام ترمذی نے کسی کتاب میں اپنی اس مراد کو واضح کیا ہے؟ یا کسی اور شارح حدیث نے اس مراد کا ذکر کیا ہے جس کی تقلید میں آپ یہ بات کہہ رہے ہیں؟ یا آپ دوسروں کی بات کی مراد ہی بتلانے میں آزاد مرد ہیں کہ کسی کی بات کی جو چاہا مراد آپ بیان کر دیں؟

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنے والی حضرت عمرؓ کی حدیث کا انکار

(۸۷) .....حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث ہے۔ جس کے راوی خود ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا، (ترمذی)

مولانا مبارکپوری صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو یوں مردود قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے۔ (تحفہ ج ۱ ص ۲۳)

مبارکپوری صاحب بھی کیسے عجیب آدمی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے بارے میں خود اپنی شہادت کو حافظ ابن حجر کے قول سے مردود قرار دے رہے ہیں، حالانکہ مبارکپوری صاحب خود فرماتے ہیں کہ یہ اثر مسند بزار میں بھی ہے اور اس کی سند صحیح ہے، ہیثمی نے فرمایا کہ رجالہ ثقات یعنی اس سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(لطیفہ) مبارکپوری صاحب کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بہت پسند ہے

مولانا مبارکپوری صاحب کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اتنا پسند ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری نے اس حدیث کی شرح میں یہ فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اہل اسلام کا کام نہیں ہے، اس لئے اس سے لوگوں کو روکنا چاہئے۔ تو مبارکپوری صاحب ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

جب کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت ہے تو پھر اس زمانہ میں مسلمانوں کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے روکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور رہا یہ کہ یہ اہل اسلام کا کام نہیں تو یہ روکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تحفہ: ج ا:ص ۲۴)

مبارکپوری صاحب سے ایک سوال

مبارکپوری صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مطلقاً جائز ہے تو یہ جائز کام آپ نے اپنی زندگی میں کتنی بار کیا ہے اور کیا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مردوں کے لئے صرف ہے کہ غیر مقلدین کی عورتوں کے لئے بھی ہے؟ اور آپ کے گھر کی عورتوں نے یہ کام کتنی بار انجام دیا ہے؟

امام ترمذی تو فرماتے ہیں کہ یہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے اگر چہ حرام نہیں ہے مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اسلامی ادب کے خلاف والا یہ کام کرو اس وجہ سے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے۔

امام ترمذی کی عبارت یہ ہے: ومعنی النهی عن البول قائما علی التادیب لا علی التحریم یعنی کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ یہ حرام ہے، اسی بات کو تو علامہ انور شاہ صاحب نے بھی کہا ہے انہوں نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو حرام تو نہیں کہا ہے پر جو بات اسلامی آداب کے خلاف ہو اس سے روکنا نہیں چاہئے؟

اس موضوع کی حضرت بریدہؓ کی حدیث کا انکار

(۸۸)...... حضرت بریدہؓ کی صحیح سند سے مسند بزار میں یہ روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من الجفاء ان یبول

[illegible]

زکوٰۃ کے مسائل

بخاری و مسلم شریف کی حدیث کا انکار

[illegible]

مال میں زکوۃ نہیں ہے۔ مبارکپوری صاحب سے گذارش ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کردیں کہ بچوں پر نماز فرض ہے روزہ بھی فرض ہے حج بھی فرض ہے۔ بچوں پر صرف زکوۃ کیوں فرض ہوگی؟

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین ہے اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

مسلم شریف کی عدم رفع یدین کی حدیث کا انکار

(۹۳)...... مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ہم کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے میں تم لوگوں کو سرکش گھوڑے کی دم کی طرح ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو، غیر مقلدوں نے عدم رفع یدین کے سلسلہ کی اس صحیح وصریح حدیث کا انکار کر دیا ہے۔ (۱)

رمضان کے زمانہ میں راتوں کو جاگنا نہیں ہے

غیر مقلدین کو دیکھو گے تو کثرت عبادت حتی کہ رمضان کے زمانہ میں بھی عبادت کی کثرت، تہجد پڑھنا، راتوں کو جاگنا، تلاوت کرنا یہ سب عبادتیں ان کے اوپر بوجھ ہوتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر ان کے علماء کی کوئی کتاب یا رسالہ آپ کو نہیں ملے گا جس میں کثرت عبادت کی دعوت دی گئی ہو بلکہ حکیم صادق سیالکوٹی نے تو اپنی کتاب صلوۃ الرسول میں رمضان کے زمانہ میں راتوں کو آرام سے سونے کو تہجد پڑھنے پر بھی فضیلت دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ روزہ رکھنے کے لئے تازہ دم سونا

(۱) غیر مقلدوں نے اس حدیث کو رد کرنے کے لئے مسلم شریف کی دو حدیثوں کو ایک بتانے پر پورا زور صرف کر دیا جبکہ اس زور میں علم وعقل سب کا مذاق بنا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے لئے میری کتاب رمضان دیکھو۔

ہوتا ہے، اس لئے رات کو جاگ کر نیند پوری ہو جاؤ۔

(۹۴) اس کے خلاف صحیح حدیث میں ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرۂ آخر میں اتنی عبادت کیا کرتے تھے جتنی عبادت رمضان کے عام دنوں میں نہیں کیا کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکرؓ کی روایت ترمذی میں ہے کہ وہ بیس دنوں تک تو معمولا عبادت کیا کرتے تھے اور جب رمضان کا عشرہ آخر ہوتا تو ان کی عبادت کی محنت بڑھ جاتی، یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

یہ ہیں عبادت سے جان چرانے والے عشاق حدیث رسول، ماہیان نالاں کی قوالی گانے والے قوال اور فدائیان سنت۔

گر چنیں مجتہداں باشند کار دین تمام خواہد شد

بخاری شریف کی حدیث پر عمل کرنے سے گریز اور اس کی غلط تشریح

(۹۵) بخاری شریف کی تہجد کے سلسلہ کی عمرو بن سلمہ کی مشہور روایت ہے جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان اور غیر رمضان تہجد کی رکعتیں آٹھ ہوا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام سے چار چار رکعت ادا کرتے تھے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تہجد ہی تراویح ہے، آٹھ رکعت تراویح پر اسی حدیث سے وہ دلیل لاتے ہیں، مگر اس صحیح حدیث کے خلاف ان کا عمل دو دو رکعت کر کے تراویح پڑھنا ہے، یعنی جس حدیث سے ان کا استدلال ہے اسی کے خلاف ان کا عمل ہے۔

مبارکپوری صاحب بخاری کی اس صحیح حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

یہ حدیث نص صریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ (رات کی نماز) نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (ج ۲ ص ۳)

مگر غیر مقلدین جن کے نزدیک تہجد ہی تراویح ہے، وہ دو دو رکعت کر کے تہجد کی نماز تراویح کے نام پر آٹھ رکعت ادا کرتے ہیں، اور قوالی گائیں گے ما بلبلان نالاں گلزار محمد۔

نماز جنازہ میں پانچ تکبیر والی حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے

(۹۸)..... صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی ہیں، ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں تو لوگوں نے اس کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پر پانچ تکبیریں بھی کہا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح بتلایا ہے اور مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے، مگر آپ نے کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ غیر مقلدین کا اس صحیح حدیث پر عمل ہو البتہ ان کی کتابوں میں یہ ضرور لکھا ہوا آپ پائیں گے کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث پر جھکا ہوا ہے اور ہمارا مذہب صحیح حدیث پر عمل کرنا ہے معاهل حدیثیم، ہم لوگ اہل حدیث ہیں۔

غیر مقلدین جنازہ پر چھ اور سات تکبیر والی صحیح حدیث پر عمل نہیں کرتے

(۹۹)..... مولانا مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں حضرت سعید ابن مسیب سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ تکبیرات جنازہ چار بھی تھیں اور پانچ بھی تھیں۔

اور حضرت وائل سے بیہقی میں صحیح سند سے ہے کہ کانوا یکبرون علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعاً، وستاو خمساو اربعاً (ایضاً)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنازہ پر سات تکبیریں بھی کہی جاتی تھیں اور چھ اور پانچ بھی اور چار بھی۔ (ج ۲، ص ۱۴۱)

غیر مقلدین کا عمل اس حدیث پر بھی نہیں ہے۔

غیر مقلدین نے نماز جنازہ پر تین تکبیر والی حدیث کو بھی چھوڑ رکھا ہے

(۱۰۰)......اور صحیح سند سے ابو معبد نے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے تین تکبیر کہی۔ (ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۰)

یعنی نہ غیر مقلدین کا عمل تین تکبیر والی حدیث پر ہے نہ پانچ والی پر نہ سات والی پر جب کہ یہ ساری احادیث صحیح سند سے منقول ہیں۔ اب ذرا کوئی ان بلبلان ہزار سے پوچھے کہ اے صحیح حدیث پر عمل کرنے والو، اے سنت کے شیدائیو! تم نے اجماعی طریقہ پر ان احادیث کو کیوں چھوڑ رکھا ہے؟

اور کمال تو یہاں پر مبارکپوری صاحب نے یہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام جنازہ پر پانچ تکبیر کہے گا تو مقتدی بھی پانچ تکبیر کہیں گے۔ (ج ۲، ص ۱۴۱)

میں کہتا ہوں کہ جب صحیح حدیث سے تین، سات اور چھ بھی ثابت ہے تو مبارکپوری صاحب نے بطور خاص پانچ ہی کا کیوں نام لیا، تین، چھ اور سات کا نام کیوں نہیں لیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غیر مقلدین کی بدگمانی

اب اصل بات سنئے کہ بلاشبہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ پر مختلف اعداد کی تکبیریں ثابت ہیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چار ہی پر

اجماع ہوگیا کہ جنازہ پر چار ہی تکبیریں کہی جائیں گی، اور چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جس بات پر اجماع ہوا ہو اس کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے، اس وجہ سے وہ تین طلاق اگر ایک دفعہ میں دی جائے تو اس کو غیر مقلدین تین نہیں مانتے ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس پر صحابہ کرام کا اجماع تھا، تراویح کی بیس رکعت پر اجماع تھا، اسی وجہ سے تمام اہل سنت تراویح کی بیس رکعت کے قائل ہیں مگر غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نماز جنازہ کی چار تکبیر پر اجماع ہوا، اور جب اس پر اجماع ہوگیا تو اب اس اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ پانچ تکبیر بھی امام کہے گا تو کوئی حرج نہیں ہے، مقتدی کو امام کی اقتداء میں پانچ تکبیر کہنا ہوگا۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

الراجح عندی ان الامام اذا کبر خمسا تابعه المأموم، یعنی میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ اگر امام پانچ تکبیر کہے گا تو مقتدی بھی پانچ تکبیر کہے گا۔

غیر مقلدین جنازہ میں زور سے دعا پڑھنے والی صحیح حدیث کے تارک ہیں

(۱۰۱) مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نماز جنازہ کی دعا کو یاد کیا۔

شوکانی فرماتے ہیں کہ حضرت عوف کی کسی روایت میں سمعت کا لفظ ہے یعنی میں نے سنا اور کسی روایت میں حفظت کا لفظ ہے یعنی میں نے یاد کیا، پھر فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز میں زور سے دعا پڑھتے تھے۔ (ج ۴ ص ۱۴۱)

اس صحیح حدیث پر کس غیر مقلد کا عمل ہے؟

مولانا مبارکپوری شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں دعا سراً بھی جائز ہے اور جہراً بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جب جہراً بھی جائز ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہراً پڑھا کرتے تھے تو غیر مقلدین یعنی بزعم خود اہل حدیث اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کبھی سال میں دو ایک بار ہی ہی ان کا عمل کسی نے دیکھا ہو تو بتلائے۔

سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورت کو نماز جنازہ میں پڑھنے کی حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں

(۱۰۲)...... نسائی شریف میں صحیح سند سے یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک اور سورت کو پڑھا اور جہراً قرأت کی۔

شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک سورہ کا ملانا مشروع ہے اور یہ کہ اس کے بغیر شریعت پر عمل نہیں ہوگا۔

مگر غیر مقلدین کا عمومی عمل اس حدیث کے خلاف ہے، اگر ان کے نزدیک یہ مشروع عمل ہے تو ذرا اپنی کسی کتاب میں یہ مسئلہ دکھلا دیں جو جنازہ کے مسئلے مسائل پر لکھی گئی ہو۔

طلاق کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کا انکار

(۱۰۳)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (اس کے پہلے شوہر نے اس کو تین طلاق دے دیا تھا، اور پھر حضرت عبدالرحمن بن زبیر سے اس نے شادی کر لی تھی، مگر ان کے ساتھ وہ رہ نہ سکی) اور اس نے حضرت عبدالرحمن کے پاس نہ رہنے کا عندیہ ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہو؟ تو ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھ لو۔ (ترمذی)

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے اور احادیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: باب ما جاء فیمن یطلق امراته ثلاثا یعنی اس عورت کا حکم جس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دیا ہو۔

معلوم ہوا کہ تین طلاق خواہ الگ الگ دی جائے یا ایک ساتھ اس سے بیوی کو تین طلاق مغلظہ پڑ جائے گی، یہی سارے اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ مگر غیر مقلدین کا مذہب اس بارے میں شیعوں والا ہے یعنی ان کے نزدیک اس کے بعد بھی بیوی حلال رہے گی۔

رضاعت والی صحیح حدیث کا انکار

(۱۰۴)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ ان اللہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب یعنی اللہ تعالی نے دودھ پینے کی وجہ سے ایسی ہی حرمت ثابت کی ہے جس طرح اللہ نے نسب سے حرمت ثابت کی ہے۔ (ترمذی)

یہ حدیث مطلق ہے، یعنی ماں کا دودھ بچے نے خواہ تھوڑا پیا ہو یا زیادہ پیا ہو دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

(۱۰۵)...... بخاری شریف میں اسی بات کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة

(۱۰۶)...... اور بخاری و مسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب

ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہے کہ، مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت اس طرح کی ثابت ہوتی ہے جس طرح کی حرمت نسب سے ثابت ہوتی ہے، خود قرآن میں بھی رضاعت کا ذکر مطلق ہے۔ مگر غیر مقلدین نہ کتاب اللہ کی سنتے ہیں نہ احادیث رسول کی مانتے ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ دودھ کی تھوڑی مقدار پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، اور کتنی مقدار دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی تو اس بارے میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے، ایک بات پر کسی کا اتفاق نہیں ہے۔ (۱)

الولد لصاحب الفراش حدیث کا انکار

(۱۰۷)...... بخاری شریف اور مسلم شریف میں نیز حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ حدیث ہے کہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا صاحب فراش یعنی والد کا ہوتا ہے اور زانی کے لئے (پتھر ہے)

یہ صحیح حدیث مطلق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عقد کے بعد بچہ پیدا ہوا اور

---

(۱) وحید الزماں حیدرآبادی کے نزدیک رضاعت سے حرمت ثابت ہونے کے لئے کم از کم پانچ مرتبہ پینا ہے کنز الحقائق (ص: ۹۶) اور نواب صاحب عرف الجادی میں فرماتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، یعنی اگر کوئی بچہ اس سے زیادہ پیے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی، مبارکپوری صاحب کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (دیکھو تحفہ ج ۲: ۱۹۹)

ہونا ثابت ہوگا، بلکہ جب باپ اصولی طور پر [illegible] ہو کر بچہ [illegible] باپ اور [illegible] اس
کا باپ ہوں تب بچہ باپ کا ہوگا اور [illegible] نسب اس سے ثابت ہوگا، بغیر نکاح کے لیکن
جیسا کہ مبارکپوری صاحب نے حضرت امام اعظم کی طرف غلط بات کی نسبت کی ہے، کمال
ہے کہ وہ اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں اور حوالہ کسی کتاب کا نہیں دے رہے کہ بغیر عقد
نکاح سے بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ کس کتاب میں لکھا ہے
غیر مقلدین کے اکابر بھی اتنے بد احتیاط ہوتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون

حالت حیض میں جو طلاق دی جاتی ہے وہ پڑ جاتی ہے اس حدیث کا انکار

(۱۰۸) — بخاری شریف اور ترمذی شریف نیز دیگر کتب حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ رجوع کریں اور پھر جب بیوی حیض سے پاک رہے تب طلاق دیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طلاق کا اعتبار کیا گیا یعنی وہ ایک طلاق قرار پائی۔

اور غیر مقلدین کے اکابر اور اب کے اصاغر چند کو چھوڑ کر سب کا مسلک یہ ہے کہ جو طلاق حیض کی حالت میں دی جائے اس کا اعتبار نہیں۔(۱)

یہ ہیں آج کے اہل حدیث کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طلاق کے واقع ہونے کو بتلا رہے ہیں غیر مقلدین اس طلاق کا انکار کرتے ہیں۔

---

(۱) اس مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لیے آپ کو جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والی کتاب تنویر الآفاق مصنفہ [illegible] [illegible] دیکھنی ہوگی، نیز عرف الجادی ص ۱۲۹ دیکھیں۔

تین طلاق کے بعد عورت کیلئے نان ونفقہ ہے کہ نہیں

حضرت عمرؓ کی حدیث کا انکار

(۱۰۹)..... ترمذی شریف میں صحیح سند سے روایت ہے کہ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے بتلایا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اب نہ تمہارے لئے شوہر کے گھر میں رہنے کی گنجائش ہے اور نہ شوہر کے ذمہ تمہارا خرچ ہے۔ مغیرہ جو اس حدیث کو شعبی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ ایک عورت کی بات ہے معلوم نہیں اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو صحیح طور پر یاد رکھا بھی ہے کہ نہیں ہم اس کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی مطلقہ کے لئے (عدت تک) سکنی اور نفقہ دونوں کو شوہر کے ذمہ واجب رکھتے تھے۔

غیر مقلدین ترمذی شریف کی اس صحیح سند سے ذکر کردہ حضرت عمر کی بات کے خلاف مذہب بنائے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ صریح حدیث کے مقابلہ میں حضرت عمر کی بات کو ہم قبول نہیں کریں گے۔

مبارکپوری نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکذیب کی

مبارکپوری صاحب نے تو حد کر دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھوٹا بتلایا وہ فرماتے ہیں کہ کوئی سنت ایسی نہیں ہے جو حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کے خلاف ہو، لم یثبت شیء من السنۃ یخالف قول فاطمۃ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو لیس بصحیح کہہ کر رد کریں۔ (تحفہ: ج ۲ ص ۲۱۳) حضرت عمر

رضی اللہ عنہ تو فرمائیں کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے کتاب اللہ کو نہیں چھوڑیں گے، اور مبارکپوری حضرت عمرؓ کی بات کو یہ کہہ کر مردود قرار دیں کہ حضرت عمر نے جو کہی ہے (وہ غلط ہے) اس میں کتاب اللہ کو چھوڑنا نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کی کتاب صاف حکم دے رہی ہے کہ لاتخرجوھن من بیوتھن کہ ان عورتوں کو (یعنی مطلقہ کو) ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں ہی کی طرف گھروں کی نسبت کر کے یہ بتلادیا ہے کہ ان عورتوں کا استحقاق گھر سے ختم نہیں ہوا ہے۔ اسی بات کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کی بات کی وجہ سے کتاب اللہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور مبارکپوری صاحب اور شوکانی صاحب فرماتے ہیں کہ ان العمل بہ لیس بترک للکتاب العزیز کما قال عمر (تحفہ ج۲: ص۲۱۲) یعنی جیسا کہ عمر کا کہنا ہے کہ اس حدیث پر عمل کرنے میں کتاب اللہ کو چھوڑنا لازم آتا ہے تو ایسا نہیں ہے کتاب اللہ کا چھوڑنا لازم نہیں آتا۔ اللہ اکبر! یہ ہیں غیر مقلدین کے انداز اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ راشد کے مقابلہ میں یہ ہے ان کا طنطنہ، یہ غیر مقلدین کتاب وسنت کے فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بڑھ کر جانکار ہیں، عشق رسول اور سنت پر عمل کرنے میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں، چار دن کی پیداوار ہیں اور حال یہ ہے کہ فاروق اعظم سے مقابلہ کی ٹھانے ہوئے ہیں۔

مبارکپوری کا صریح جھوٹ

مبارکپوری صاحب ٹھانے ہوئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تائید میں کوئی سنت نہیں ہے، حالانکہ خود مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

وقع فی بعض الروایات عن عمر انہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لھا السکنی والنفقۃ.

بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ [illegible] ہے اور یہی بھی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی کی مرسل روایت کا انکار

مگر مبارکپوری صاحب اس روایت کو اس بنا پر رد کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی سے مرسل طریقہ پر منقول ہے۔ مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ [illegible] عن الشعبي ومولده بعد عمر بسنين [illegible] یہ روایت حضرت ابراہیم نخعی کی سند سے ہے اور ان کی پیدائش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے [illegible] سال بعد ہوئی۔ غیر مقلدین کی [illegible] کہ وہ اسی حدیث کو قبول کریں گے جس کا راوی جس صحابی سے روایت کرتا ہے اس صحابی کے زمانہ میں [illegible] ان کے نزدیک کوئی مرسل روایت حجت نہیں ہوگی [illegible] حدیث [illegible] ہو۔

ابراہیم نخعی کے مراسیل مطلقاً حجت ہیں

[illegible] غیر مقلد مبارکپوری کو یہ معلوم نہیں ہے یا [illegible] کہ حضرت ابراہیم نخعی کے مراسیل محدثین کے نزدیک بالاتفاق حجت ہیں۔

[illegible] سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

مراسيل ابراهيم صحيحة الا حديث تاجر البحرين وحديث الضحك [illegible] یعنی ابراہیم نخعی کے تمام مراسیل دو حدیث کے علاوہ صحیح ہیں۔

[illegible] فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی مرسل روایتیں محدثین کے نزدیک صحیح ہیں [illegible] حضرت [illegible]

ے اسی طرح کی بات منقول ہے اور یہی بات امام طحاوی سے بھی منقول ہے۔(۱)

عمرہ کی حدیث کا انکار

(۱۱۰)......ترمذی شریف کی روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں، اگر کرو تو یہ افضل ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ج۲:ص۱۱۳)

مگر مولانا مبارکپوری صاحب اس صحیح حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے درپے ہیں، اور فرماتے ہیں: والظاهر هو وجوب العمرة (ج۲:ص۱۱۴) یعنی ظاہر یہ ہے کہ عمرہ کرنا واجب ہے۔

امام ترمذی کے بارے میں مبارکپوری صاحب نے تحفہ میں اور ابکار میں کئی جگہ لکھا ہے کہ امام ترمذی اس فن یعنی علم حدیث کے ماہر ہیں اور یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ جس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور صحیح کہا ہے اس کو مبارکپوری صاحب اپنی مہارت علم سے ضعیف بتلا رہے ہیں۔ ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔

مبارکپوری صاحب کی زبردستی ملاحظہ فرمایئے کہ ان کے سامنے حضرت جابر کی ترمذی شریف میں صحیح اور حسن حدیث موجود ہے پھر بھی فرماتے ہیں کہ: ولا یثبت فی هذا الباب عن جابر شئی یعنی حضرت جابر سے اس بارے میں کوئی حدیث ہی ثابت نہیں ہے۔ ان کے کلام کے اس عموم کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نہ کوئی صحیح روایت ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت ثابت ہے۔ آنکھوں میں دھول جھونکنا اسی کو کہتے ہیں، یہ کام غیر مقلدین بڑی مہارت سے انجام دیتے ہیں۔

---

(۱) ... کے بارے میں تفصیلی بحث قواعد فی علوم الحدیث میں دیکھو۔

اس حدیث کی ہم معنی احادیث کئی صحابہ سے منقول ہیں مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اور طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، ان کا ذکر تو خود مبارکپوری صاحب نے کیا ہے۔

احرام کے وقت کسی شرط کے نہ لگانے کی حدیث کا انکار

(۱۱۱)..... ترمذی شریف میں بالکل صحیح بلکہ صحیح تر سند سے ثابت ہے کہ حج میں نیت کے وقت کسی طرح کی شرط لگانا، خلاف سنت ہے، احمد بن منیع حضرت عبد اللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے معمر نے خبر دی ہے اور معمر نے کہا مجھے زہری نے روایت کیا ہے اور زہری نے سالم سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ اس آدمی پر شدت سے انکار کیا کرتے تھے جو حج میں (احرام کے وقت) شرط لگاتا تھا (کہ اگر فلاں بات پیش آگئی تو میں احرام کھول دوں گا) اور فرماتے تھے کہ الیس حسبکم سنۃ نبیکم (کیا تم کو تمہارے نبی کی سنت کافی نہیں ہے؟

اس حدیث کا ایک ایک راوی انتہائی درجہ کا ثقہ ہے، بخاری میں بھی یہ حدیث ہے مگر غیر مقلدین نے اس صحیح حدیث کا بلا تکلف انکار کر دیا، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ حاجی احرام کے وقت شرط لگا سکتا ہے۔ (تحفہ ج ۲ ص ۱۱۷)

غیر مقلدین کی انہیں باتوں سے انکار حدیث کا دروازہ کھلتا ہے اور منکرین کا گروہ پیدا ہوتا ہے۔

مبارکپوری کی ایک عادت

مولانا مبارکپوری کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب ان کے مذہب کے خلاف کوئی حدیث ہوتی ہے تو کبھی خود اور کبھی دوسرے کی تقلید میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے جس حدیث کو دلیل بنایا ہے وہ اس صحابی کو نہیں پہونچی ہوگی جس نے اس کے

خلاف مذہب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی بکواس کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے یہ فرمایا ہے کہ اگر حضرت ابن عمرؓ کو شرط لگانے والی حدیث پہونچی ہوتی تو وہ اسی کے قائل ہوتے، یعنی ان کا مذہب بھی نیت کو احرام میں شرط لگانے کا ہوتا۔

اب بیہقی ہوں یا حافظ ابن حجر ہوں یا مبارکپوری ہوں، ان سے کون پوچھے کہ اے اللہ والو! تم کو کیسے پتہ چلا کہ اس حدیث ضباعہ کا جس میں شرط لگانے کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پتہ نہیں چلا یا ان کو حدیث نہیں پہونچی؟ اگر یوں ہی ''لو'' یعنی اگر مگر کا سہارا لے کر صحیح حدیث کو رد کیا جانے لگے تو پھر کار شریعت تمام خواہد شد

مشرکین کا ہدیہ نہ قبول کرنے والی حدیث کا انکار

(۱۱۲)......عیاض بن حماد کی روایت صحیح سند سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی ہدیہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ فانی نہیت عن زبد المشرکین یعنی مجھ کو مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ زبد المشرکین کا معنی امام ترمذی ھدایاھم بتلا رہے ہیں، یعنی مشرکین کے ہدیے، پھر امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہدیے قبول کرتے تھے، اور اس حدیث میں اس کی کراہیت کا ذکر ہے تو اس کا احتمال ہے کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے کی بات پہلے کی ہو پھر اس سے منع کر دیا گیا ہو۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ مطلق ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو ان کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے اب سنئے مبارکپوری کیا فرماتے ہیں، فرماتے ہیں:

ولا يبعد ان يقال ان الاصل هو عدم جواز قبول هدايا المشركين لكن اذا كانت في قبول هداياهم مصلحة عامة او خاصة فيجوز قبولها (ج ٥ ص ٣٩٩)

یعنی یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ مشرکین کا ہدیہ قبول نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی عام یا خاص مصلحت ہو تو ان کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔

یعنی اللہ کے رسول تو مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع فرما رہے ہیں اور مبارکپوری صاحب عام و خاص مصلحت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دے رہے ہیں [illegible] ہوں گے یہ ہیں اہل حدیث۔(۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی من مانی تشریح [illegible] غیر مقلدین ہی ہو سکتے۔

مبارکپوری صاحب کو عمامہ باندھنے میں کوئی فضیلت نظر نہیں آئی

(۴۳) ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ

دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء.

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا۔

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن

(۱) اب کوئی غیر مقلد [illegible] مبارکپوری صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible]

ہے۔ فرماتے ہیں: وهو الراجح المعول عليه (۱)، یعنی اس گوشت کے کھانے ہی والی بات قابل اعتماد ہے اور یہی راجح ہے۔ (ج ۳، ص ۴۷)

غیر مقلدین کا مذہب متعہ کے بارے میں

(۱۱۵)...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ (ج ۳، ص ۹۰)

یہ تو ہے متعہ کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف و صریح حدیث اور غیر مقلدین کے اکابر کیا کہتے ہیں تو سنئے نواب وحید الزماں حیدرآبادی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں۔ (۲)

ولا يجوز الانكار على امور مختلفة فيها كغسل الرجل ومسحه في الوضوء والتوسل بالاموات في الدعاء من الله تعالیٰ والدعاء من الله تعالیٰ عند قبور الانبياء والاموات، وارسال اليدين في الصلوة ووطي الاماء والازواج في الدبر والمتعة والجمع بين الصلاتين ومجلس الميلاد (ص: ۱۱۸)

یعنی جن مسائل میں علماء کے مابین اختلاف ہے ان پر نکیر کرنا

---

(۱) خوب مبارکپوری صاحب آپ نے خوب کہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تو راجح نہ کھانا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کوے کا گوشت کھایا نہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ گوشت کھالو۔

(۲) معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کتاب مذہب اہل حدیث میں بہت معتبر کتاب ہے، اس کا تذکرہ اور اس کا تعارف جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والی اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں بلند الفاظ میں کیا گیا ہے اور اسے اہل حدیث کی معتبر کتابوں میں اس کو شمار کرایا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

غیر مقلدین کے نزدیک امر میں اصل وجوب ہے

(۶۶) — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں کا کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا پینا واجب ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانا پینا حرام ہے۔ حضرت مولانا نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا پینا واجب ہے کیونکہ حدیث ہے اذا اکل احدکم فلیأکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ اور اس میں امر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ ۔ نواب صاحب لکھتے ہیں کہ اصل امر میں وجوب ہے

اس وجہ سے دائیں ہاتھ سے کھانا پینا واجب ہے۔ (تحفہ ج ۳ ص ۸۱)

مبارکپوری کا بھیانک تضاد

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ہی کھانے سے فارغ ہو کر انگلیوں کو چاٹنے کی حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی امر ہی کا صیغہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

اذا اکل احدکم فلیلعق اصابعہ فانہ لا یدری فی ایتھن البرکۃ، یعنی تم میں کا جب کوئی کھانا کھائے تو انگلیوں کو چاٹ لے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ برکت کس انگلی میں ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بلعق الاصابع، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے چاٹنے کا امر فرمایا ہے۔

مگر غیر مقلدین کا کوئی عالم کھانے کے بعد انگلیوں کے چاٹنے کو واجب نہیں کہتا ہے، مبارکپوری صاحب نے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا عمل احادیث کی روشنی میں نہیں بلکہ اپنی خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔

سالن میں زیادتی کا اور پڑوسی کو کھلانے کا حکم مگر غیر مقلدین کو اس امر میں وجوب نظر نہیں آتا

(۱۱۷) ...... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم گوشت خریدو تو اس کا سالن زیادہ کرو اور اس میں سے اپنے پڑوسی کو بھی دو، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث میں بھی امر کا صیغہ ہے مگر کوئی غیر مقلد سالن کو بڑھانے اور اس میں سے پڑوسی کو دینے کو واجب نہیں کہتا، بلکہ مستحب بھی نہیں کہتا، اگر غیر مقلدین اس کا انکار کریں تو وجوبی یا استحبابی حکم اپنی کسی حدیث کی کتاب یا فقہ کی کتاب میں دکھلا دیں۔

غیر مقلدین اونٹ کے پیشاب کی طہارت کے قائل ہیں مگر اس کے پینے کو جائز نہیں کہتے

(۱۱۸)......ترمذی شریف میں اونٹ کے پیشاب کے پینے کی یہ صریح حدیث بصیغہ امر وارد ہے، اور صحیح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشربوا من البانها وابوالها، یعنی تم لوگ اونٹ کا دودھ پیو اور اس کا پیشاب پیو، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ صحیح حدیث ہے۔ (ج ۲: ص ۹۷)

مگر صحیح حدیث پر جان چھڑکنے والے اور امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے اس کو بتلانے والے غیر مقلدین اونٹ کا پیشاب نہیں پیتے، صرف اس کی طہارت کے قائل ہیں کہ اونٹ کا پیشاب طاہر ہے نجس نہیں ہے۔ حالانکہ جب امر کا صیغہ وجوب کے لئے (مطلقاً) ہوتا ہے تو ان کے مذہب میں اونٹ کا پیشاب پینا واجب ہونا چاہئے، مگر غیر مقلدین اس کو مستحب بھی نہیں کہتے جس چیز کو اللہ کے رسول نے صراحتاً پینے کو بتلایا ہے اس کو تو غیر مقلدین نہ واجب کہتے ہیں اور نہ مستحب اور جو چیز دلالت سے ثابت ہو رہی ہے اس کو طاہر بتلا رہے ہیں۔

کھانے کے شروع میں غیر مقلدین بسم اللہ پڑھنے کو واجب نہیں کہتے حالانکہ بسم اللہ پڑھنے کی حدیث بصیغہ امر ہے

(۱۱۹)..... ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی آدمی جب کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ کر کھائے، اگر شروع میں بھول جائے تو یہ کہے بسم اللہ فی اولہ و آخرہ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث میں کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم امر کے صیغہ سے ہے، مگر کوئی غیر مقلد کھانا کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کو واجب نہیں کہتا، زبانی جمع خرچ ضرور کریں گے کہ امر میں اصل وجوب ہے اور ہم ہر صحیح حدیث پر جان چھڑکتے ہیں، اور اہل حدیث کا مذہب صحیح حدیث کی پیروی ہے۔

مبارکپوری صاحب بھی یہاں خاموشی سے گزر گئے، کچھ نہیں کہا کہ بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کہ نہیں، صرف اس کو مشروع بتلایا (تحفہ ج ۳ ص ۱۰۳) جبکہ حافظ نے اس کے واجب ہونے کو واضح کیا ہے، مگر مبارکپوری صاحب نے اس کی مشروعیت بطور استحباب ہے یا بطور وجوب یا بطور مباح اس کو صاف نہیں کیا، اگر کسی غیر مقلد کے علم میں اس کا واقعی حکم معلوم ہو تو اس کتاب کے حوالہ کے ساتھ بتلائے تاکہ امت کے علم میں اضافہ ہو۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

شراب کے سلسلہ کی صحیح حدیث کا انکار

(۱۴۰)..... ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الخمر من هاتين الشجر تين النخلة والعنبة یعنی شراب ان دو درختوں سے ہوتا ہے، کھجور اور انگور سے، حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ هذا حديث حسن صحيح یعنی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقۃً جس کو خمر کہا جاتا ہے اور جس کا قطرہ دو قطرہ بھی حرام ہوتا ہے اور جس کو قرآن میں رجس کہا گیا ہے، وہ شراب ان دو درختوں سے بنائی جانے والی شراب ہے۔

مگر غیر مقلدین کا مذہب اس صحیح حدیث کے خلاف ہے ان کے نزدیک ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حقیقی خمر ہے۔ اس بارے میں مبارکپوری صاحب نے بڑی طویل بحث کی ہے اور احناف کے مسلک کو غلط ٹھہرانے میں جو عین اس صحیح حدیث کے مطابق ہے اپنے علم و فضل کی پوری توانائی صرف کر دی ہے اور مبارکپوری صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ وہ احناف کے مسلک کو نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح و صریح حدیث کو رد کر رہے ہیں اور اپنی توانائی اس میں خرچ کر رہے ہیں اور وہ کھلے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف کھڑے ہیں۔ (تحفہ ج ۳ ص ۱۰۸)

بڑھ بڑھ کے یوں نہ بات کر اپنی قبا کو دیکھ تو
پیوندوں سے اس کا حال زار، زار، زار ہے

دعا تعویذ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا مذہب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے

(۱۴۱)..... غیر مقلدین کے اکابر دعا تعویذ کے قائل رہے ہیں اور اس

بارے میں مبارکپوری صاحب کا مذہب بھی وہی ہے جو ان کے اکابر کا تھا، حالانکہ صحیح حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من تعلق بتميمة فلا اتم الله له، یعنی جو تعویذ لٹکائے اللہ اس کا مقصود پورا نہ کرے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے ذکر کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مسند بزار) اور ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار لوگ جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، ایک طرف اللہ کے رسول کے یہ ارشادات ہیں اور دوسری طرف غیر مقلدین کے اکابر نہ صرف جھاڑ پھونک کرتے ہیں بلکہ اس کی تبلیغ میں کتابیں شایع کرتے آئے ہیں، اس بارے میں نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب، کتاب التعویذات، مشہور کتاب ہے اس کتاب میں ایسی ایسی تعویذ کا بھی ذکر ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر یہ غیر مقلدین مست مولا قسم کے لوگ ہیں اہل حدیث بنے پھرتے ہیں اور مذہب ہوگا حدیث کے خلاف۔

اجماع اور سواد اعظم کی صحیح احادیث کا انکار

(۱۲۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں ہمارے سامنے تقریر کی، آپ نے فرمایا کہ جہاں میں (اس وقت) کھڑا ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں کئی باتیں فرمائی تھیں انہیں میں سے ایک بات یہ تھی آپ نے فرمایا: عليكم بالجماعة یعنی تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو، اور یہ فرمایا تھا کہ من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة یعنی جو جنت کے بیچ کے حصہ میں جانا چاہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ

حدیث صحیح ہے۔ (تحفہ ج ۳: ص ۲۰۷)

ان دونوں حدیثوں میں جماعت سے مراد کیا ہے؟ تو بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد اہل علم کی جماعت ہے، بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے، بعض کا کہنا ہے کہ جماعت سے مراد سواد اعظم یعنی اکثریت ہے۔

بہر حال معلوم ہوا کہ دینی وشرعی مسائل میں جدھر بڑی جماعت یا اکثریت ہو اس کو اختیار کرنا رسول خدا کی حدیث کی روشنی میں واجب ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ان اللہ لم یکن لیجمع امة محمد علی الضلالة، یعنی اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو گمراہی پر جمع کرنے والا نہیں ہے۔ حضرت عمرو بن قیس سے ایک روایت مرفوعاً یہ ہے کہ: علیکم بالجماعة فان اللہ عز و جل لم یجمع امتی الا علی هدی (ج ۳: ص ۳۰۸) یعنی تم جماعت کو لازم پکڑو بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو ہدایت ہی پر اکٹھا کرتے ہیں۔

ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس مسئلہ میں امت کا اجماع ہو یا سواد اعظم کا اجماع ہو اس کی مخالفت حرام اور ناجائز ہے۔

مگر افسوس غیر مقلدین اجماعی مسائل میں بھی اپنی راہ الگ بنائے ہوئے ہیں، مثلاً طلاق کا مسئلہ، تقلید کا مسئلہ، جمعہ کی اذان کا مسئلہ، خلفائے راشدین کے سنت کو لازم پکڑنے کا مسئلہ اور اس طرح بہت سے مسائل میں ان کی راہ الگ ہے، اور جب لوگوں نے ان کو پکڑا کہ امت کے راستہ سے تمہارا راستہ (اہل حدیث ہونے کے باوجود) الگ کیسے ہو گیا تو بعض نے جوش میں آکر اجماع کا ہی انکار کر دیا، اجماع چیزے نیست یعنی اجماع کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

اجماع کا انکار

چنانچہ عرف الجادی کتاب میں ہے۔

بعد از انکہ اجماع چیزے نیست قیاس مصطلح کہ آنرا دلیل رابع قرار دادہ اند خود ملقی المؤنۃ شد۔ (ص: ۳)

یعنی جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اجماع کوئی چیز نہیں تو قیاس جس کو لوگ چوتھی دلیل کہتے ہیں خود بخود باطل ہو گیا، اس کے باطل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اور اس سے دو سطر پہلے لکھتے ہیں:

چونکہ اس رسالہ میں اجماعی مسائل سے قطع نظر کیا گیا ہے اس وجہ سے (ضرورت شد کہ پردہ از روئے اجماع کہ ہیبت و خشیت آں در دلہا خاصہ و عامہ بسیار است بر اندازیم)

ضرورت ہوئی کہ اجماع جس کی ہیبت اور ڈر عام اور خواص کے دلوں میں جو بہت ہے اس کے چہرہ سے پردہ ہٹا دوں،

اے لوگو اندازہ لگاؤ کہ اللہ کا رسول کیا کہہ رہا ہے اور عرف الجادی کا مؤلف کیا بک رہا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی صریح مخالفت پر بھی یہ غیر مقلدین اہل حدیث ہیں، اور گلزار احمدی کے بلبلان نالاں ہیں!

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

بخاری شریف کی احادیث کا مسلسل انکار

داڑھی کے سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کی صحیح حدیث کا انکار

(۱۲۳)...... بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا داڑھی کے سلسلہ میں یہ عمل نقل کیا گیا ہے:

وکان ابن عمر اذاحج واعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه،

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب وہ حج یا عمرہ کو تشریف لے جاتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور ایک مشت سے جو زائد حصہ ہوتا تو اس کو تراش لیتے تھے، حضرت امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے "وفروا اللحیة" یعنی داڑھی کو بڑھاؤ کی تفسیر فرمادی ہے کہ توفیر لحیہ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کا مسنون طریقہ ایک مشت داڑھی رکھنا ہے۔

مگر مبارکپوری صاحب حضرت امام بخاری کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: فاسلم الاقوال هو قول من قال بظاهر احادیث الاعفاء وکره ان یوخذ من طول اللحیة وعرضها. (تحفہ ج ۴ ص ۱۱)

یعنی سب سے صحیح بات یہ ہے کہ داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بھی بال کا تراشنا مکروہ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مبارکپوری صاحب کا عشق رسول اور سنت رسول کی

معرفت اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ امام بخاری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی بڑھا ہوا تھا۔

مبارکپوری حضرت ابن عمرؓ کے مقابلہ میں حدیث کا معنی زیادہ سمجھتے ہیں

مبارکپوری صاحب کی جرأت کا عالم یہ ہے کہ بخاری شریف میں مذکور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو وہ ناقابل استدلال بتلا رہے ہیں، حالانکہ داڑھی کا تراشنا متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے مبارکپوری صاحب ان سب کی تردید کرتے ہیں اور ان احادیث کو مردود قرار دیتے ہیں۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ اعفاء لحیہ والی حدیث کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رضی اللہ ہی ہیں، انہوں نے اعفاء لحیہ (داڑھی کے بڑھانے) کا وہ معنی نہیں سمجھا ہے جو غیر مقلدوں کے محدث اعظم مبارکپوری نے سمجھا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی تھی اس کا مشاہدہ تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داڑھی رکھیں اس کا کوئی اہل سنت تصور بھی نہیں کرسکتا، مگر یہ غیر مقلدین ہیں کہ ان کی دنیا الگ ہی رہتی ہے۔

مبارکپوری صاحب بھی کیسے محدث ہیں کہ خود فرماتے ہیں کہ حدیث کا معنی حدیث کا راوی زیادہ سمجھتا ہے۔ (ابکار، ص ۲۸۴) اور یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مبارکپوری صاحب تال ٹھونک کر کھڑے ہوتے ہیں کہ رسول اللہ کی حدیث کا مطلب ہم عاشق رسول اور بلبلان گلزار احمدی ابن عمرؓ سے بھی زیادہ جانتے ہیں، لعنت ہے ایسی غیر مقلدیت پر۔

لعنت ہے ایسے مدعیان عشق رسول پر اور لعنت ہے ایسے گلزار محمدی کے جھوٹے بلبلان باللانا پر۔

بڑھ بڑھ کے یوں نہ بات کر، اپنی قبا کو دیکھ لے
جگہ جگہ تراش ہے، جگہ جگہ خراش ہے

ران کے شرم گاہ ہونے کی احادیث کا انکار

(۱۲۴)...... حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ران کے شرم گاہ ہونے کے بارے میں متعدد احادیث نقل کی ہیں، اور ان کو حسن بتلایا ہے نیز ابوداؤد ابن ماجہ حاکم مسند احمد اور بخاری وغیرہ میں اس بارے میں متعدد احادیث ہیں، اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ ران شرم گاہ ہے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی رجحان اسی طرف ہے۔

مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے، مبارکپوری صاحب کے نزدیک یہ تمام احادیث مشکوک ہیں اور ان کا رجحان اہل ظاہر کی طرف ہے، یعنی شرم گاہ صرف قبل اور دبر ہے (یعنی بدن کا اگلا اور پچھلا حصہ) اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک صرف ایک لنگوٹا پہن کر بھی نماز پڑھنی مشروع ہے۔ جی ہاں جب ان کے نزدیک ننگے ہو کر نماز پڑھنی مشروع ہے تو ایک لنگوٹیا میں کیوں مشروع نہ ہوگی۔

فقہ کی کتابوں اور فقہ کے بارے میں علمائے غیر مقلدین کی بکواس کا نمونہ

(۱۲۵)...... بخاری شریف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اراد اللہ خیراً یفقھہ فی الدین۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے اس حدیث میں فقہ اور فقہاء کی جو فضیلت ہے وہ ظاہر ہے مگر غیر مقلدین اس حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فقہ اور فقہ کی کتابوں کے خلاف جو زبان
استعمال کرتے ہیں، اس کا ہلکا سا نمونہ یہ ہے۔

محمد جونا گڈھی لکھتے ہیں:

ایک مسلمان پر قرآن وحدیث پر عمل کرنا فرض ہے، تو فقہ کے ان دفاتر پر آنکھ بند کئے ہوئے عمل کرنا حرام بھی یقیناً ہے۔(۱)(سیف محمدی: ص ۱۳)

ایک صاحب نے فقہ کی کتابوں کو بے حدیث کے نام سے یاد کیا ہے۔(۲)
(اختلاف امت کا...)

میاں نذیر حسین شیخ الکل فی الکل کے بارے میں ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ:

وہ کتاب وسنت کی موجودگی میں فقہ پر عمل کرنے کو اسلام کے بالکل منافی بتلاتے تھے، فرماتے تھے کہ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے، بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کا کھانا کب روا ہے۔ (خطبہ صدارت ص ۱۳)(۳)

---

(۱) ان جونا گڈھی سے کوئی پوچھے کہ اگر فقہ کے دفاتر پر آنکھ بند کرکے عمل کرنا حرام ہے تو کیا حدیث کی کتابوں پر آنکھ بند کرکے عمل کرنا جائز ہے؟

(۲) انہیں بزرگ غیر مقلدین نے حضرت ابوذر غفاری کی شان میں جو بدکلامی کی ہے وہ ایک مسلمان کے ناقابل برداشت ہے۔ اور حضرت امام بخاری کی شان میں جو بکا ہے ان کی غیر عقیدت کو لگنے کے لئے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کی شان میں ان کی گستاخیاں اور بدعقیدگی کی مثالوں کے لئے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر دیکھئے۔

(۳) اگر قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھو کہ میاں نذیر حسین صاحب زندگی بھر یہی خنزیر کھاتے رہے۔ اس بات کی صداقت کو جاننے کے لئے فتاوی نذیریہ کی تینوں جلدوں کو دیکھو، ان جلدوں میں میاں صاحب اور ان کے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری جگہ جگہ یہی خنزیر کھاتے نظر آئیں گے۔ فتاوی ثنائیہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اسے کھانے کا شوق کرتے نظر آئیں گے۔ فقہ اور فقہاء کے خلاف مزید غیر مقلدین کی زبان معلوم کرنا ہو تو کے محاسبات والے رسائل کو دیکھو۔

فقہ اور فقہ کی کتابوں کے خلاف غیر مقلدین عام طور پر اسی قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں، اللہ کے رسول کچھ فرمائیں اور غیر مقلدین فقہ اور فقہاء سے دشمنی کرتے نظر آئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون.

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے فضلات سے برکت حاصل کرنے کے غیر مقلدین منکر ہیں

(۱۲۶)...... بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کیا کرتے تھے تو لوگ جو پانی گرتا تھا اس پر ٹوٹے پڑا کرتے تھے اور برکت کے طور پر اپنے چہروں پر ملا کرتے تھے۔ (بخاری شریف: ج ۱ ص ۳۱)

مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ سے تعلق رکھنے والی کسی چیز سے بھی برکت حاصل کرنا حتی کہ آپ کی قبر شریف سے بھی برکت حاصل کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بیٹھ کر دعا کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا یہ سب ناجائز ہیں۔

کیا غیر مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے؟

(۱۲۷)...... صحیحین کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کبھی جہراً بھی تلاوت کرتے تھے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ قل نقول: الله يدل على انها كانت جهراً (ابکار: ص ۵۹۵) یعنی میں کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جہراً تھا۔

مگر غیر مقلدین صرف کہتے ہیں عمل نہیں کرتے، آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ غیر مقلدین ظہر یا عصر کی نماز میں جہراً بھی کبھی کچھ آیتوں کی تلاوت کی ہو۔

منی کے ناپاک ہونے کی بخاری شریف کی حدیث کا انکار

(۱۲۸)......بخاری شریف میں ہے: عن عائشة انها كانت تغسل المنی من ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم. (ج۱ص۳۶)

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھویا کرتی تھیں،

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ منی ناپاک اور نجس ہے اور منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ مگر غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے اگر منی پاک ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان جواز کے لئے کبھی تو منی والے کپڑے میں نماز پڑھتے، مگر اس طرح کی ایک حدیث بھی نہیں ہے۔

بخاری شریف میں خون کے ناپاک ہونے کی حدیث کا انکار

(۱۲۹)......بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ:

كان ابن عمر اذا رای فی ثوبه دما وهو يصلی وضعه ومضى فی صلاته (بخاری ج۱ص۳۷)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھتے ہوئے اگر اپنے کپڑے میں خون دیکھتے تو اس کو اپنے بدن سے الگ کر کے نماز پڑھتے۔

یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ خون ناپاک ہے۔ مگر غیر مقلدین بخاری شریف کی اس حدیث کے خلاف خون کو پاک کہتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خون والے کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور غیر مقلدین کا اصرار ہے کہ ہم تو پڑھیں گے۔

غیر مقلدین نے کبھی ان احادیث پر بھی عمل کیا ہے؟

(۱۳۰)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو نماز جیسا وضو کر کے سوتے۔

(۱۳۱)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حالت جنابت میں سویا جاسکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جب آدمی وضو کر لے۔

(۱۳۲)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ کیا ہم میں کا کوئی آدمی حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگر وضو کر لے تو سو سکتا ہے۔

(۱۳۳)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا حالت جنابت میں آدمی سو سکتا ہے؟ تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا توضا واغسل ذکرک یعنی تم وضو کرو اور اپنا ذکر دھولو اس آخری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے لئے بصیغہ امر وضو اور ذکر کے دھونے کا حکم فرمایا ہے۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک صیغہ امر میں اصل وجوب ہے۔ اس لئے ان کے اس قاعدے کے بنیاد پر ذکر کا دھونا اور جنبی کو سونے سے پہلے وضو کرنا واجب ہونا چاہئے مگر دنیا میں کوئی غیر مقلد اس واجب پر عمل کرنے والا نہیں جب کہ بخاری نے ان احادیث کے لئے یہ جو باب قائم کیا ہے، اس کا عنوان یہ ہے باب الجنبی یتوضا ثم ینام یعنی جنبی پہلے وضو کرے گا پھر سوئے گا۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب ہے کہ جنبی کو سونے سے پہلے وضو کرنا

ضروری ہے۔ غیر مقلدوں کا مذہب امام بخاری کے مذہب کے خلاف ہے۔

بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا اسلاف یعنی صحابہ وتابعین کا طریقہ نہیں تھا

(۱۳۴)..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ و القلنسوۃ. (ج ۱ ص ۵۶)

یعنی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عمامہ اور ٹوپی کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے۔

غیر مقلدین کے علماء کا یہ قول ہے کہ اگر "کان" فعل مضارع پر داخل ہو تو استمرار اور دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کان القوم یسجدون سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا استمراری اور دوامی عمل یہی تھا کہ وہ ننگے سر نماز نہیں پڑھا کرتے عمامہ اور ٹوپی میں سے ایک ان کے سر پر ضرور ہوتا تھا۔

مگر غیر مقلدین کا سلفیت زدہ طبقہ آج کے زمانہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کی تبلیغ وتلقین کر رہا ہے۔ ان کی مساجد میں جا کر دیکھو ننگے سر نمازیوں کی بڑی تعداد نظر آئے گی، غیر مقلدین کے دوسرے امام حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر کبھی نہیں رہتے تھے آپ کے سر پر عمامہ اور ٹوپی دونوں ہوتے یا صرف عمامہ یا صرف ٹوپی۔ (ج ۱ ص ۱۳۵)

قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ نہ ہو کر بیٹھنے کی حدیث اور غیر مقلدین کا عمل

(۱۳۵) ... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری شریف

میں روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جب تم قضائے حاجت کے لئے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے اور پیٹھ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ یعنی خواہ قضائے حاجت کی جگہ آبادی کی جگہ ہو، یا جنگل و بیابان اور کھلا میدان ہو، مگر اس حدیث رسول کے خلاف بعض ضدی اور جاہل غیر مقلدین آبادی میں پیخانہ کرنے کے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف کرنے پر مصر ہوتے ہیں اس بارے میں کراچی کا قصہ مشہور ہے کہ جن غیر مقلدوں کے گھروں میں بیت الخلاء کا رخ قبلہ کی طرف نہیں تھا اس کو توڑ کر اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ اور جاہلوں نے کہا کہ ہم لوگ سنت رسول کو زندہ کر رہے ہیں۔

شیطانی عمل کو سنت بتلانا آج کے دور میں غیر مقلدیت کا کارنامہ ہے۔

گرمی کے زمانہ میں نماز پڑھنے کے وقت کی حدیث کا انکار

(۱۳۶)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة فان شدة الحر من فيح جهنم**۔ (ج ۱ ص ۷۶) یعنی جب گرمی شدید ہو جائے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کا حال یہ ہے کہ شدید تر گرمی کے زمانہ میں بھی یہ ظہر کی نماز اول وقت میں ادا کرتے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کا نام ان طلبان بتلاں نے حدیث پر عمل کرنا رکھا ہے۔

(۱۳۷)..... بخاری شریف میں اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث یہ ہے:

عن ابی ذر قال اذن مؤذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظهر فقال ابرد ابرد، اوقال انتظر انتظر وقال شدة الحر من فیح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰة، (ج ا،ص ۷۶)

یعنی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ وقت کو ٹھنڈا ہونے دو، یا یہ کہا کہ ابھی انتظار کرو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ اس لئے جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو بقول مبارکپوری وجوب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا واجب ہے لیکن غیر مقلدین وجوب کے کیا قائل ہوتے استحباب کے بھی قائل نہیں البتہ وضوء میں بسم اللہ پڑھنے والی ضعیف حدیث سے وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کو فرض اور شرط ضرور قرار دیتے ہیں، غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

(۱۳۸)..... بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک روایت ہے۔ (ایضا)

فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنے والی حدیث کا انکار

(۱۳۹)..... بخاری شریف میں ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے سامنے کچھ لوگوں نے گواہی دی اور سب کے سب پسندیدہ لوگ تھے، اور ان میں میرے نزدیک سب سے پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔ (ج ۱: ص ۸۲)

اس حدیث میں غور کرو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد کسی بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے بطور شہادت کے نقل کر رہے ہیں۔

مگر مابلبلان قسم کے لوگ اس صحیح حدیث کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ فجر کی سنت چھوٹ جائے تو اس کو فجر بعد پڑھا جائے گا۔

حدیث رسول کچھ کہہ رہی ہے اور غیر مقلدین کے دارالافتاء سے فتویٰ کچھ جاری ہوتا ہے، حدیث رسول کی مخالفت کا نام غیر مقلدیت ہے۔ انکار حدیث کا دروازہ اسی قسم کے فتووں سے کھلتا ہے۔

(۱۴۰)..... بخاری شریف میں اسی مضمون کی ایک حدیث یہ بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ: لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتی تغیب الشمس

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے تا آنکہ سورج بلند نہ ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے تا آنکہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ (ج ۱: ص ۸۳)

عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی حدیث کا عملاً انکار

(۱۴۱)..... حضرت عروہ اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ان سے کہا کہ میرے بھانجے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کبھی نہیں چھوڑا۔ (ج ۱: ص ۸۳)

جس کام کو اللہ کے رسول نے کبھی نہیں چھوڑا، غیر مقلدین اس کام کو ہمیشہ چھوڑے رہتے ہیں اور دعویٰ کریں گے کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

سفر میں بارش ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کی

حدیث اور غیر مقلدین کا عمل

(۱۴۲)..... حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے رات ٹھنڈی ہوتی یا بارش ہوتی تو مؤذن سے فرماتے کہ اذان کے بعد اعلان کردو کہ تم لوگ اپنے کجاوے ہی میں نماز پڑھ لو۔ (ج۱ص۸۸)

اس حدیث میں صاف اس کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سفر سے متعلق ہے، مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً اس کی اجازت ہے چاہے سفر ہو یا حضر ہو۔

مولانا مبارکپوری کی حدیث میں چوری

مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں: اخرجه الشيخان یعنی اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے بھی ذکر کیا ہے، اور بخاری و مسلم کا لفظ یہ ہے: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامر المؤذن اذا كانت ليلة ذات برد ومطر يقول الاصلوا في الرحال. (تحفہ ج۱ص۳۱۵)

مبارکپوری صاحب کی چوری یہ ہے کہ بخاری شریف میں في السفر کا بھی لفظ ہے مگر مبارکپوری صاحب نے اس لفظ کو اڑا دیا ہے، تا کہ کجاوہ میں بارش اور ٹھنڈی رات میں مطلقاً نماز پڑھنے کا جواز نکل آئے۔

مبارکپوری صاحب نے اپنے مطلب کی روایت کی طرف مسلم شریف کی

روایت کا اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ مسلم شریف کی دو روایتوں میں فی السفر کا ذکر ہے۔

اور مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا مگر مسلم شریف کی ایک مطلق روایت کو مسلم شریف کی دو مقید پر مبارکپوری صاحب حمل کرنے سے اس جگہ نظر چرا رہے ہیں۔(۱)

امامت کا حقدار اقرأ ہے یا اعلم، غیر مقلدین کا مذہب امام بخاری کے مذہب کے خلاف ہے

(۱۴۳) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے:

باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة

یعنی امامت کے زیادہ حق دار اہل علم اور اہل فضل ہیں، اور اس باب کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ حالت مرض میں تھے تو تمام صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا،

حضرت امام بخاری اس باب کے تحت اس حدیث کو لاکر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امامت کا حقدار وہ شخص ہے جو زیادہ علم و فضل والا ہو۔ (ج ۱ ص ۹۲)

غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک اقرأ یعنی جو قرآن کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

امام بخاری کی راہ اور ہے غیر مقلدین کی راہ اور ہے، ان بلبلان نالاں کو اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ کبھی مسائل شرعیہ سے جاہل آدمی حافظ قرآن ہوتا ہے۔ اور مسائل شرعیہ کا واقف اور نماز کے مسائل کو جاننے والا حافظ نہیں ہوتا ہے، تو کیا اس عالم کے مقابلہ میں اس جاہل حافظ کو امام بنانا عقل کا اور دین کا تقاضا ہے؟

(۱) مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں: المطلق يحمل على المقيد یعنی مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۸۶)

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے۔ غیر مقلدوں کے ساتھ اللہ نے ان کی غیر مقلدیت کی پاداش میں کسی قسم کی کوئی بھلائی کا ارادہ نہیں کیا ہے، اس لئے ان کو دین کی سمجھ سے محروم رکھا ہے اور ان کو صراط مستقیم سے دور رکھا ہے۔

مولانا مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ اقرأ سے مراد وہ امام ہے جس کو مسائل کی واقفیت ہو، ان محل تقديم الاقرأ حيث يكون عارفا بما يتعين معرفته من احوال معرفة الصلوة. (ج ۱: ۱۹۷)

ذرا مبارکپوری صاحب وہ حدیث پیش کریں جس میں اقرأ کی تقدیم کے لئے یہ قید ہو۔

غیر مقلدین نے نابالغ کی امامت کے جائز ہونے پر حضرت عمرو ابن سلمہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور استدلال کی علت یہ ہے کہ ان کو قرآن کی سورتیں زیادہ یاد تھیں، تو کیا حضرت عمرو ابن سلمہ نماز کے مسائل سے پورے طور پر واقف تھے؟ ان کی عمر تو صرف سات سال کی تھی؟

اللہ کے رسول کی حدیث کہ عمر کے اعتبار سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے

(۱۴۴)...... بخاری شریف میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ہم چند نوجوان حاضر ہوئے تو ہماری واپسی کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قوم کو جا کر نماز کی تعلیم کرو اور امامت وہ کرے جو عمر میں بڑا ہو۔ (ج ۱ ص ۹۵)

آپ کے پاس مالک بن حویرثؓ کے ساتھ جو چند نوجوان پہونچے تھے تو ان میں یقیناً کوئی نہ کوئی قرآن کے پڑھنے میں دوسرے سے زیادہ ہوگا، مگر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے امامت کے لئے اکبر کو کہا اقرأ کو نہیں،
کیا غیر مقلدین کا مذہب اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے؟ پھر کیسے کوئی
کہے کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے۔

گھر میں نماز پڑھنے کی صحیح حدیث کا عملاً انکار

(۱۳۵)..... بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد تھا:

صلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرأ فی بیتہ الا المکتوبۃ، یعنی لوگو! تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو، اس لئے کہ آدمی کے لئے اس کے گھر میں نماز زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ الا یہ کہ اس کی نماز فرض ہو۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض کے علاوہ سنتیں نوافل وغیرہ گھر میں پڑھنا افضل ہے، مگر غیر مقلدین کو دیکھو تو اولاً ان کو نوافل اور سنتوں سے بہت کم سروکار ہوتا ہے اور کوئی ان نمازوں کو پڑھتا بھی ہے تو گھر میں نہیں بلکہ مسجدوں میں ہی پڑھ لیتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "صلوا" سے لوگوں کو مخاطب کیا ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک امر میں اصل وجوب ہے جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے، مگر غیر مقلدین اس وجوبی حکم پر عمل کرتے ہوئے دکھلائی نہیں دیتے، البتہ گلی کوچوں میں "ما بلبلان نالاں گلزار محمد" والی قوالی خوب سنائی دیتی ہے۔

غیر مقلدین اور "مسیئ فی الصلوٰۃ" والی حدیث

(۱۳۶)..... بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک آدمی مسجد میں آیا اور اس نے آکر نماز ادا کی، جب اس نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس سے کہا کہ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، تین بار اسی طرح ہوا تو اس آدمی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے، مجھے آپ نماز سکھلا دیجئے میں اس سے اچھی نماز پڑھنا نہیں جانتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز کی تعلیم فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن میں کا جو حصہ تمہیں یاد ہو اور آسانی سے پڑھ سکتے ہو اسے پڑھو پھر اطمینان سے رکوع اور سجدہ کرو اور اسی طرح بقیہ نماز کو پوری کرو، (ص:۱۰۵)

اس حدیث میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز کی تعلیم فرمائی تو اس سے یہ نہیں کہا کہ سورہ فاتحہ پڑھو، بلکہ یہ کہا کہ جیسی قرأت آسانی سے کر سکتے ہو وہ کرو، قرأت کے سلسلہ میں تو آپ کی تعلیم یہ تھی،

اب غیر مقلدین کی سنئے وہ کہتے ہیں کہ بلا سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی، اللہ کے رسول کی تعلیم کچھ ہے اور غیر مقلدین کا کہنا کچھ ہے اور اس پر بھی بلبلان چمن فرمائیں گے اہل حدیث اور پکے اہل حدیث تو بس ہم ہی لوگ ہیں۔

مقتدی کیلئے نماز میں سورہ فاتحہ کے فرض نہ ہونے کی بخاری شریف سے ایک محکم دلیل

(۱۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بخاری شریف میں حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت کرنا مقتدی کا فریضہ نہیں ہے بلکہ قرأت خواہ سورہ فاتحہ کی ہو یا کسی اور سورت کی قرأت، امام کے ذمہ ہے مقتدی کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں آپ غور فرمائیں: اذا قال الامام

غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کے کلمات کو مقتدی کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ امام کی طرف منسوب کیا کہ جب وہ سورہ فاتحہ ختم کرکے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین تک پہونچے اور وہ آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کے ذمہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ جب تم لوگ سورہ فاتحہ ختم کرو اور غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہونچو تو تم لوگ آمین کہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو صرف امام کے ساتھ خاص کیا ہے اور اسی کا فریضہ قرار دیا ہے نہ کہ مقتدی کا۔

مگر ایک بھی غیر مقلد اس صاف وصریح حدیث کو تسلیم کرتا نظر نہیں آتا، البتہ زبانی قوالی میں یہ ضرور کہیں گے ہمارا سر ہر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ یعنی ان بلبلان نالاں کا حال یہ ہے کہ "کہنے کی زباں اور ہے کرنے کی زباں اور"

مقتدی پر سورہ فاتحہ فرض نہیں ہے بخاری شریف سے اس کی ایک اور دلیل

(۱۲۸)..... حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں اس وقت پہونچے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے تو انہوں نے صف میں پہونچنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا اس بات کا ذکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ سے فرمایا کہ اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے مگر اب تم ایسا مت کرنا (یعنی صف میں پہونچنے سے پہلے رکوع مت کرنا)۔ (ج ۱ ص ۱۰۸)

آپ غور فرمائیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرہ کو یہ تو تعلیم

فرمار ہے ہیں کہ صف میں پہونچنے سے پہلے رکوع مت کرنا، مگر یہ نہیں کہتے کہ تم نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھا تمہاری نماز نہیں ہوئی جاؤ دوبارہ نماز پڑھو، اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا امام کے ساتھ ضروری نہیں ہے بلکہ امام کی قرأت ہی مقتدی کو کافی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ امام ضامن ہوتا ہے اور اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے اور اس لئے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت کا فتویٰ مسلم شریف میں ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کچھ پڑھنا نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی ہے۔

مگر بلبلان نالاں گلزار ماحمد والے قوال نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنیں نہ صحابہ کرام کی، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کی مخالفت کرنے کے باوجود "ما اہل حدیثیم" کا وظیفہ ورد زبان رکھتے ہیں۔

حسن تیرا عجیب ہے، بات اس سے عجیب تر
رخ کو تیرے تکا کریں، یا باتیں تیری سنا کریں

بخاری شریف کی حدیث کی صریح مخالفت اور غیر مقلدین کا تضاد

(۱۴۹)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد فان من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (ج ۱ ص ۱۰۹)

یعنی جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم لوگ اللھم ربنا لک

لمن حمدہ کہو پس جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے سے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ (ج ا ص ۱۰۹)

یہ روایت بالکل آمین والی روایت کی طرح ہے، مگر آمین والی روایت میں تو غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مقتدی زور سے آمین کہے گا اور یہاں سمع اللہ لمن والی حدیث میں بھی وہی آمین والا "قولوا" ہے مگر کسی غیر مقلد کو اس سے مقتدی کے لئے سمع اللہ لمن حمدہ کا زور سے کہنا شروع نظر نہیں آتا نہ آج تک اس پر کسی غیر مقلد نے کوئی رسالہ لکھا ہے۔

آمین کے مسئلہ میں "جہراً" کہنے کی ایک دلیل مبارکپوری صاحب نے یہ بھی دی ہے: اذا قال الامام: "فقولوا" فقابل القول بالقول وانما قال ذلک جهرا فكان ظاهر الاتفاق بالصفة. (ابکار: ص ۵۹۱)

(یعنی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جب امام آمین کا قول کرے تو تم بھی آمین کا قول کرو تو (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے) مقتدی کے قول کو امام کے قول کے مقابلہ میں رکھا، اور امام زور سے آمین کہتا ہے تو مقتدی بھی اس صفت یعنی زور سے کہنے کی صفت میں امام سے متفق ہوں گے۔

مگر مبارکپوری صاحب کو پتہ نہیں چلا یا انہوں نے جاہل بننے کا مظاہرہ کیا کہ اس حدیث پاک میں بھی تو قول کا مقابلہ قول سے ہو رہا ہے، اور سمع اللہ لمن حمدہ امام زور سے کہتا ہے تو مقتدی کو بھی اس دلیل کی رو سے اس کو زور سے کہنا چاہئے۔

جی ہاں! جیسا موقع ہوتا ہے غیر مقلدوں کی چال اسی کے مطابق ہوتی ہے ان کا مذہب احادیث وکتاب اللہ کی روشنی میں نہیں بلکہ اپنے "من" کی چاہت میں ہوتا ہے۔

گل و گلچیں کا شکوہ بلبل ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

ہر بالغ پر جمعہ کی نماز کیلئے غسل واجب کرنیوالی حدیث کا انکار

(۱۵۰)..... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عطا بن یسار حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم (ج۱ص۱۱۸) وغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم. (ج۱ص۱۲۱)

ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے روز ہر بالغ پر نہانا واجب ہے۔ یہ تو ہے بخاری شریف کی روایتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک، مگر ما بلبلان نالاں کے محدث اعظم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے خلاف کیا فرماتے ہیں، اس کو بھی سن لیں۔

الظاهر عندى انها سنة مؤكدة (تحفہ ج۳ص۳۵۸)

یعنی میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ جمعہ کے روز کا غسل سنت مؤکدہ ہے۔ حدیث میں صاف صاف ''واجب'' کا لفظ ہے، اور واجب کا مطلب محدث مبارکپوری کو سنت مؤکدہ سمجھ میں آتا ہے۔

انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے، اور حدیث کے صریح الفاظ کے خلاف آپ اپنی طرف سے اپنا مطلب بیان کر رہے ہیں۔

اور حکیم صادق سیالکوٹی تو اور بھی دور کی کوڑی لاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں واجب کے معنی ثابت اور لائق تر کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا نہایت ہی اچھا ہے۔ بروئے شرع مستحب تاکیدی ہے اور پسندیدہ ہے نہ ایسا لازمی کہ تارک گنہگار ہوگا۔ (تحقیق صلوٰۃ الرسول ص۱۵۰)

چلیے کہ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک واجب کا معنی مستحب اور لائق ترک بھی ہوتا ہے۔

نہ اِدھر اُدھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

جمعہ کی نماز قریۂ جامعہ میں پڑھنے کی حدیث کا انکار

(۱۵۱)..... امام بخاری حضرت عطا بن یسار سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: اذا کنت فی قریۃ جامعۃ فحق علیک ان تشھدھا سمعت النداء اولم تسمعہ، یعنی اگر تم قریۂ جامعہ میں ہو تو جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہو، اذان سنو یا نہ سنو۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی یہ حدیث ذکر کی ہے:

کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی، یعنی لوگ مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور عوالی کی بستی سے باری باری آیا کرتے تھے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ کے قول اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز وہیں فرض ہے جو جگہ قریۂ جامعہ کہلائے، ہرگاؤں دیہات میں فرض نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ عوالی جو اللہ کے رسول کے زمانہ میں آٹھ میل کے فاصلہ پر جگہ تھی اور وہ مدینہ شریف سے باہر کا حصہ تھا لوگ وہاں سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے باری باری آیا کرتے۔ اگر عوالی بستی میں جمعہ جائز ہوتا تو لوگوں کو باری باری مسجد نبوی میں حاضری دینے کی ضرورت کیا تھی، اسی بستی میں جمعہ سب لوگ پڑھتے، یا حدیث پاک میں جمعہ کی نماز کیلئے قریہ جامعہ کی قید کیوں لگائی جاتی، اذا کنت فی قریۃ مطلق کہا جاتا۔

بخاری شریف ہی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو جب جمعہ کی

نماز پڑھنی ہوتی تو بصرہ کی جامع مسجد میں تشریف لاتے، اور جب پڑھنے کا ارادہ نہ ہوتا تو اپنے محل میں رہتے (جو بصرہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا) اور جمعہ کی نماز ادا کرتے۔ (ج ا ص ۱۲۳)

عمل صحابہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جمعہ گاؤں میں بھی فرض ہے خواہ وہ گاؤں چند افراد اور چند گھرانوں ہی پر کیوں نہ مشتمل ہو۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں جو باب قائم کیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ہر جگہ جمعہ فرض نہیں ہے فرماتے ہیں: من این یؤتی الجمعة، یعنی کتنے فاصلہ سے جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے آدمی آئے گا۔

اگر ہر جگہ جمعہ ہوتا تو امام بخاری کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ آدمی کتنے فاصلہ سے جمعہ پڑھنے آئے گا۔ بلکہ وہ اس طرح کا باب قائم کرتے: الجمعة فی کل مکان، یعنی جمعہ ہر جگہ ہے۔

مگر ان سب باتوں کو سمجھنے کے لیے عقل اور فقہ کی ضرورت ہے، جس سے بیچارے "بلبلان نالاں" محروم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان بیچاروں کے ذمہ بس ایک کام لگا دیا ہے کہ یہ قوالی گاتے رہا کرو، یا بلبلان نالاں، بگزار ماتم، اور احناف کے خلاف مغلظات بک بک کر اپنے دل کی آتش حسد کو ٹھنڈی کیا کرو۔

ملتا ہے جام ظرف قدح خوار دیکھ کر

جمعہ کی اذان عثمانی والی حدیث کا انکار اور اجماع امت کی مخالفت

(۱۵۲)...... بخاری شریف میں ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید سے سنا کہ جمعہ کے روز کی پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام ممبر پر بیٹھ جاتا، یہی طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

ہیں تھا، اور یہی طریقہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھا، پھر جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی کثرت ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری اذان (جواب پہلی کہلاتی ہے) کا حکم دیا۔ فثبت الأمر علی ذالک (ج ۱: ص ۱۳۵) یعنی حضرت عثمان کے زمانہ سے پھر اسی کا دستور جاری رہا، یعنی جمعہ کی اذان تین ہونے لگی۔

پوری دنیائے اہل سنت اسی سنت عثمانی پر عامل ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس اذان پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا کہ حضرت عثمان نے کوئی بدعت جاری کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی اذان عثمانی کو باقی رکھا، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہاء اور آج تک اہل سنت وجماعت کے کسی فرد نے اس اذان عثمانی کے خلاف آواز بلند نہیں کی، اور نہ حضرت عثمانؓ کی اس سنت کو بدعت کہا، مگر دشمنان صحابہ شیعوں نے اس اذان کا انکار کیا، اور ان کی حمایت غیر مقلدین نے کی اور جمعہ کی اذان کا جو طریقہ اجماعی اور اتفاقی تھا اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کو لازم پکڑنے کا حکم دیا تھا یعنی خلفائے راشدین کی سنت کو اس ارشاد رسول کی صریح مخالفت کر کے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا، علما نے لکھا ہے کہ جو بات اتفاقی واجماعی اور ائمہ اربعہ جس پر متفق ہوں اس کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور آدمی اس مخالفت سے اہل سنت والجماعت سے نکل جاتا ہے۔

جمعہ کے بعد کی دو رکعت سنتیں اور غیر مقلدین کا عمل

(۱۵۳)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخاری شریف میں روایت ہے، اس میں یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد کی دو رکعت گھر میں پڑھا کرتے تھے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: کان لا یصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی

دستور ہمیشہ تھا کہ گھر جاتے اور گھر پر دو رکعت ادا کرتے تھے۔ (ج ۱ص ۱۲۸)

اس حدیث پاک میں حصر کے ساتھ یہ کہا جا رہا ہے کہ حضور کا ہمیشہ یہی ایک طریقہ تھا (غیر مقلدین کے نزدیک "کان"، فعل مضارع پر دوام کو بتلاتا ہے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

غیر مقلدین جن کو صحیح حدیث پر عمل کرنے کا جذبہ بے تاب، پریشان کے رہتا ہے، ان کے عوام ہی نہیں بلکہ ان کے ناف تک داڑھی والے علماء بھی جمعہ کے بعد ان دو رکعتوں کو مسجد ہی میں پڑھتے ہیں، اس سنت رسول پر کوئی عمل کرتا نظر نہیں آتا۔

دو دو رکعت کر کے بارہ رکعت تہجد والی حدیث کی مخالفت

(۱۵۴)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے اور آپ نے تہجد کی نماز دو دو رکعت کر کے بارہ رکعت پڑھی۔ (ج ۱ص ۱۳۵)

بخاری شریف کی اس حدیث کے مطابق اگر غیر مقلدوں کو واقعۃً حدیث اور سنت رسول پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا تو ان کی تراویح دو دو رکعت سلام والی بارہ رکعت ہوتی اس لئے کہ ان کے نزدیک تہجد کی نماز ہی رمضان میں تراویح کہلاتی ہے مگر قوالی گانے والے یہ غیر مقلدین ما بلبلان نالاں بگزار ما محمد کی قوالی ہی گاتے رہیں گے، سنت رسول پر عمل کرنے کی توفیق سے محروم رہیں گے۔

وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنے کی حدیث کی مخالفت

(۱۵۵)...... بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ وتر میں قنوت کا پڑھنا رکوع سے پہلے ہے۔ (ج ۱ص ۱۳۶)

غیر مقلدوں کا عمل اس صریح وصحیح حدیث کے خلاف ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے گی۔ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمائیں کے رسول کا عمل وتر کے سلسلہ میں دعاء قنوت پڑھنے کا کچھ نقل کریں اور اللہ غیر مقلدین کے محدث صاحب فرمائیں: المختار عندی کونہ بعد الرکوع، یعنی میرا تو پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ قنوت کا پڑھنا رکوع کے بعد ہے۔

اب کوئی ان علامہ صاحب سے پوچھے کہ اے بزرگ محترم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس صاف وصریح حدیث کے خلاف آپ کے نزدیک قنوت کا پڑھنا رکوع کے بعد کیوں مختار ہے؟ تو "سب تو نہ ہوں گے گویا، چہرہ ہی بول دے گا" کہ اے لوگو ہم کو تو حدیث اور سنت رسول پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ احناف کی مخالفت کرنی ہے۔ (انگریزوں نے اسی قسم کے اہل حدیثوں کو پیدا کیا ہے۔)

بخاری شریف کی حدیث جو بتلاتی ہے کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں

(۱۵۶)...... بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو اس کو بہت طویل پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ پچاس آیت کی مقدار پڑھنے کے برابر ہوتا تھا، اسی سے معلوم ہوا کہ تہجد الگ نماز ہے اور تراویح کی نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ تین رات ادا کی تھی وہ الگ نماز ہے۔ اس وجہ سے کہ جماعت کے ساتھ بہت لمبی نماز پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

رمضان میں تہجد کا انکار اور غیر مقلدین کی محرومی

(۱۵۷)...... بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ رات میں اٹھتے تھے تو تہجد کی

نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتہجد. (ج۱ص۱۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز جب سو کر کے اٹھا کرتے تھے تو پڑھا کرتے تھے۔

مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رمضان کے زمانہ میں تہجد ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ عشاء بعد کی آٹھ رکعت جس کو غیر مقلدین تراویح کے نام سے پڑھا کرتے ہیں، اس آٹھ رکعت کو وتر کے ساتھ پڑھ کر چین اور آرام کی نیند سو جایا کرو تاکہ دوسرے روز روزہ کے لئے تازہ دم رہو۔(۱)

یعنی غیر مقلدیت ایسی منحوس بلا ہے کہ رمضان جیسے بابرکت زمانہ میں بھی ان غیر مقلدین کو تہجد جیسی اہم عبادت سے بھی محروم رکھتی ہے اور آخر شب میں ان کو چین کی نیند میں مست رکھتی ہے۔ حالانکہ آخر شب کی ساعتیں وہ مبارک ساعتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ سماء دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کون مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کو قبول کروں گا، کون مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دوں گا، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے میں اس کی بخشش کروں گا۔ (بخاری ج۱ص۱۵۳)

---

(۱) حکیم صادق سیالکوٹی، صلوٰۃ الرسول میں فرماتے ہیں: آپ نے تہجد رمضان میں ہرگز نہیں پڑھی، بلکہ حضور نے بھی قیام کیا ہے۔ حضور نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی۔ اور فرماتے ہیں کہ جو تہجد غیر رمضان میں نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے وہی تہجد رمضان میں نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے۔

اور صادق صاحب کا پر لطف وعظ ملاحظہ فرمایئے فرماتے ہیں کہ رمضان شریف میں روزہ کے سبب بعض طبائع مضمحل سی ہو جاتی ہیں، اور افطاری اور سحری کے بعد سونے اور پھر آدھی رات گئے بیدار ہو کر تہجد کے لئے طویل قیام کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے نبی رحمت نے رات کی نماز تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے بعد پہلے پہر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری آرام کی نیند سو لیں اور پھر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں، دیکھو کتنا پیارا وعظ ہے۔

اب میں غیر مقلدوں سے صرف ایک سوال کروں گا کہ وہ ایک ایسی حدیث پیش کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں عشاء کی نماز کے بعد آٹھ رکعت ادا کر کے پوری رات چین کی نیند سویا کرتے تھے اور تہجد کے لئے بیدار ہو کر تہجد کی نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

ذرا ہم بھی تو دیکھیں ترے بازو کا تماشا

تیرہ رکعت والی تہجد کا عملاً انکار

(۱۵۸)......غیر مقلدین جیسا کہ معلوم ہے سال بھر والی تہجد کی نماز کو جب عشاء بعد رمضان میں مستقل پڑھتے ہیں تو اسی تہجد کو وہ تراویح کا نام دیتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک تراویح مستقل کوئی نماز نہیں ہے، جیسا کہ تمام اہل سنت کا مسلک ہے مگر وہ صرف آٹھ رکعت والی تہجد کی حدیث پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز تیرہ رکعت ہوا کرتی تھی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: کان صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرۃ رکعۃ۔ (ج ۱ ص ۱۵۳)

تہجد کی اس حدیث کا انکار جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت تہجد پڑھتے تھے

(۱۵۹)......بخاری شریف میں حضرت مسروقؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کی نماز (تہجد) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت بھی پڑھتے تھے نو بھی پڑھتے تھے اور گیارہ رکعت بھی پڑھتے تھے۔ (ج ۱ ص ۱۵۳)

غیر مقلدین تراویح کبھی سات رکعت نہیں پڑھتے ہیں، حالانکہ ان کے

نزدیک تراویح الگ سے کوئی نماز نہیں ہے اصلاً وہ تہجد ہی کی نماز ہے۔

تراویح کے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے غیر مقلدین کا انحراف

(۱۶۰)..... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز (یعنی تہجد) کیسے ہوا کرتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: کان ینام اولہ ویقوم آخرہ فیصلی ثم یرجع الی فراشہ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات میں بیدار ہوتے پھر نماز ادا کرتے اور اس سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لے جاتے۔ (ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کی نماز میں یہی معمول تھا، اور یہی آپ کی عادت شریفہ تھی اور یہی آپ کی سنت مبارکہ تھی یعنی شروع رات میں سو جانا اور آخر رات میں اٹھ کر تہجد پڑھنا، مگر غیر مقلدین فرماتے ہیں کہ آپ نے رمضان میں کبھی آخر رات میں تہجد نہیں پڑھا بلکہ عشاء کی نماز کے بعد متصلاً آٹھ رکعت آپ پڑھا کرتے تھے اور یہی آپ کا تہجد تھا اور پھر پوری رات سوتے تھے تاکہ دوسرے روز روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔

کوئی ان اللہ کے بندوں سے پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو کان فعل مضارع پر داخل ہو تو استمرار اور دوام کو بتلاتا ہے (۱) تو یہاں تمہارا قاعدہ کہاں گیا؟ یہاں بھی تو کان فعل مضارع پر داخل ہے، یہاں تم کو کان فعل مضارع پر داخل ہوتا ہوا کیوں نظر نہیں آتا، اور یہاں دوام اور استمرار کا معنی کیوں نہیں پیدا ہوا؟

(۱) داؤد راز نے تشریح بخاری میں اس کو بڑے زور دار انداز میں ثابت کیا ہے۔ اور اس سے رفع کا دوام اور استمرار ثابت کیا ہے اور یہی قاعدہ رفع یدین کا دوام ثابت کرنے کے لئے صلوٰۃ الرسول میں چلایا ہے۔ (دیکھو صلوٰۃ الرسول محقق ص ۲۰۸)

معلوم ہوا کہ ان جاہلان زمان کا عمل حدیث پر نہیں بلکہ اپنے خیالات وساوس پر ہوتا ہے۔

غیر مقلدین کا حضرت عائشہؓ کی صریح حدیث سے انحراف

(۱۶۱) — بخاری شریف کی تہجد والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد لمبی لمبی چار چار کر کے آٹھ رکعت پڑھتے پھر آپ سو جاتے تھے پھر بیدار ہو کر وتر پڑھتے، اور گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کی نماز کا سجدہ پچاس آیت پڑھنے کے بقدر ہوتا تھا اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ آل عمران پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ ج ۲۳ ص ۱۱۳) اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھنے کے بعد کا قیام بھی اسی قدر طویل کرتے تھے (مسلم)

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تراویح سے بھی ہے اس لئے کہ تہجد ہی تراویح ہے۔ مگر ان کی چالاکی دیکھئے کہ اس پوری حدیث سے صرف آٹھ رکعت والی بات قبول مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ آپ ایک سلام سے چار رکعت پڑھتے اور پھر چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے۔ آنحضورؐ کا یہ عمل ان کو نظر نہیں آیا اس میں یہ ہے کہ آپ آٹھ رکعت دو سلام سے پڑھ کر سو جاتے تھے پھر اٹھ کر وتر پڑھتے تھے غیر مقلدوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بھی نظر نہیں آیا البتہ [illegible] ان کو خوب یاد ہے۔ جاہلان زمان [illegible] (۱)

---

(۱) اس روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جمع بین الصلاتین کی حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا عمل

(۱۶۲)..... بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو اکٹھے آٹھ رکعت (یعنی ظہر اور عصر کی ایک ساتھ) اور اکٹھے سات رکعت (یعنی مغرب اور عشاء کی ایک ساتھ) راوی عمرو بن دینار نے جابر بن زید سے پوچھا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو جلد پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا، تو جابر بن زید نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ (ج ا ص ۱۵۷)

اسی بخاری شریف کی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا کرتے تھے تو دونوں کو اپنے وقت ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ ہاں ایک کو مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے اور ایک کو مقدم کر کے پڑھا کرتے تھے۔

مگر اس صاف وصریح حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو مؤخر اور مقدم کر کے پڑھنا یہ جمع حقیقی تھا نہ کہ صوری نہیں تھا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں مقدم ومؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے۔

غیر مقلدین کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ ایسا کرنا صریح حکم خداوندی کی مخالفت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ یعنی ایمان والوں پر اللہ نے وقت مقررہ میں نماز کو فرض کیا ہے۔

غیر مقلدین کا مذہب اور لاتشد الرحال والی حدیث

(۱۶۳)..... بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، المسجد الحرام، و مسجد الرسول، ومسجد الاقصی. (ج ۱ ص ۱۵۸)

یعنی سفر کر کے نماز کے لئے جانا صرف تین مسجدوں کیلئے ہے۔ مسجد حرام کے لئے مسجد رسول کے لئے اور مسجد اقصی کے لئے۔

اس حدیث پاک میں مساجد کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے، مگر غیر مقلدوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ اس حدیث میں کس کا حکم بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ان تین مساجد کے سوا برکت حاصل کرنے کے لئے کسی بھی جگہ کا سفر حرام ہے۔ حتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور روضہ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے، عرف الجادی میں نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں: ابن تیمیہ نے جو زیارت کا طریقہ بتلایا ہے اسی طریقہ پر روضہ اقدس کی زیارت کرنا اہل ایمان کا کام ہے۔ (ص ۱۰۳) اور ابن تیمیہ نے جو طریقہ بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے، جو وہاں رہے وہ زیارت کرے سفر کر کے نہ جائے۔

غیر مقلدین نے حدیث پاک میں جو مخصوص حکم تھا وہ محض اپنی غیر مقلدیت کی وجہ سے اور ابن تیمیہ کی تقلید میں خاص کر دیا۔

حالانکہ تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ روضہ پاک کے لئے سفر کرنا اور قبر شریف پر حاضر ہونا اور وہاں صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور دعا کرنا انتہائی درجہ کا محبوب عمل ہے اور شرف وسعادت کی بات ہے۔

اور ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے تو اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ کے تفرد والے جو مسائل ہیں ان میں سے یہ مسئلہ سب سے بدترین مسئلہ ہے۔ (فتح الباری) (۱)

---

(۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

وهی من ابشع المسائل المنقولة عن ابن تیمیة ..... وانها من افضل الاعمال واجل القربات الموصلة الی ذی الجلال، وان مشروعیتها محل اجماع بلا نزاع (فتح الباری جلد سوم ص ۴۶)

نماز میں سلام کا جواب نہ دینے والی حدیث کا انکار

(۱۶۴) ..... بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ نماز میں ہوتے تھے تو سلام کیا کرتے تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس ہوئے اور ہم نے آپ کو نماز کی حالت میں سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور آپ نے فرمایا: ان فی الصلاۃ شغلا، یعنی نماز میں (اللہ سے ہم کلامی کی) مشغولیت ہوتی ہے۔ (ج ا ص ۱۶۰)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت نماز میں سلام کرنا اور اس کا جواب دینا جائز نہیں ہے نہ آدمی کو سلام کرنا چاہئے اور نہ نماز پڑھنے والے کو اس کا جواب دینا چاہئے (نہ اشارہ سے اور نہ منہ سے) مگر غیر مقلدین کا مذہب اس حدیث کے خلاف یہ ہے کہ اگر کوئی سلام کرے تو یہ جائز ہے اور اس کا جواب بھی دینا جائز ہے۔ مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں وھو الحق (تحفۃ ج ا ص ۲۹۱) یعنی یہی بات حق ہے۔

اور یہ حق حدیث کی اتباع میں نہیں ہے بلکہ شوکانی کی تقلید میں ہے۔ حدیث میں صاف ہے کہ آپ نے بعد میں جواب دینا بند کر دیا تھا، نہ اشارہ سے جواب دیتے تھے اور نہ منہ سے، اگر اشارہ سے سلام کا جواب دینا جائز ہوتا تو حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً یہ نہ فرماتے کہ آپ نے ہم کو جواب نہیں دیا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے جس طرح منہ سے سلام کا جواب نہ

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کو حرام قرار دیا وہ سب سے قریب [illegible] ابن حجیہ سے منقول ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت سب سے افضل [illegible] تر عبادت جو اللہ کی طرف [illegible] پہنچانے والی ہے اور اس کا مشروع ہونا اجماعی بات ہے جس میں کسی کا [illegible] نزاع نہیں ہے۔
دیکھو جو عمل تمام اہل سنت کے بہترین عمل اور عظیم تر عبادت ہے وہ غیر مقلدوں کے نزدیک حرام ہے۔

دینے کی علامت ہے اسی طرح اشارہ سے بھی جواب دینا سلام کی علامت ہے۔
افسوس کہ لوگ حدیث تو مان جاتے ہیں مگر حدیث کے سمجھنے کی اہلیت اور عقل سے محروم رہتے ہیں، غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

نماز میں بات کرنے سے نماز کے فاسد ہونے والی حدیث کا انکار

(۱۶۵)...... بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں بات کیا کرتے تھے، اور لوگ ایک دوسرے سے اپنی حاجت کا ذکر کیا کرتے تھے، مگر جب یہ آیت اتری: حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی فامرنا بالسکوت، یعنی اے مسلمانو! تم تمام نمازوں کی پابندی کرو اور بطور خاص صلوۃ وسطیٰ (عصر کی نماز) کی پابندی کرو، تو ہم کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا یعنی نماز میں مطلقاً بات کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث پاک نے بتلا دیا کہ نماز میں بات کرنا منافی صلوۃ ہے خواہ عمداً کوئی بات کرے یا بھول کر کے، جس طرح سے نماز میں ریح کا خارج ہونا منافی صلوۃ ہے اس سے نماز باطل ہوگی، خواہ عمداً کوئی ریح خارج کرے یا بھول سے ریح خارج ہو جائے۔

مگر غیر مقلدین کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر قصداً بات کرے گا تو نماز باطل ہوگی، اور اگر بھول سے نماز میں بات کرے گا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل عمداً بھی بات کرے تو اس کی بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔ (تحفہ: ج ۱ ص ۳۱۲)(۱)

(۱) غیر مقلدین کے مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ اگر نماز میں بھول کر کوئی ہوا چھوڑ دے یا کوئی جاہل عمداً ہوا چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل اور فاسد نہیں ہوگی، اب معلوم نہیں کہ اس بارے میں ان کا مذہب کیا ہے؟ ریح کا خارج کرنا بھی منافی صلوۃ ہے اور نماز میں بات کرنا بھی منافی صلوۃ ہے، اس لئے بظاہر ان دونوں باتوں کا حکم ایک ہونا چاہئے، اگر دونوں کا حکم الگ الگ ہے تو کیوں؟

مبارکپوری کی غلط بیانی

مبارکپوری صاحب کی ایک غلط بیانی یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں حالانکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والعمل علیہ عند اکثر اہل العلم قالوا اذا تکلم الرجل عامداً فی الصلوٰۃ اوناسیاً اعاد الصلوٰۃ

یعنی اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا کہ آدمی نماز میں بھول کر بات کرے یا قصداً بات کرے تو اپنی نماز کو دہرائے گا۔

اب کوئی مبارکپوری صاحب سے پوچھے کہ اکثر اہل علم جمہور ہوں گے یا اقل اہل علم جمہور ہوں گے۔

جھوٹ، غلط بیانی غیر مقلدیت کا خاصہ ہے، ان اوصاف کے بغیر کوئی غیر مقلد ہو ہی نہیں سکتا۔

نماز جنازہ میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کی حدیث کا انکار

(۱۶۶)...... بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر زور سے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور یہ فرمایا کہ میں نے سورہ فاتحہ کو اس لئے زور سے پڑھا ہے کہ تم لوگ جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (ج ۱ ص ۱۷۸)

اس حدیث پر حضرت امام بخاری نے باب باندھا ہے:

باب قراۃ الفاتحۃ علی الجنازۃ

یعنی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی ہے۔

اور اس باب کے تحت حضرت حسن بصری کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

قال الحسن یقرا علی الطفل بفاتحۃ الکتاب

یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بچہ کی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں صرف سورہ فاتحہ کی قرأت سنت ہے۔

مگر غیر مقلدوں کی ڈگر دوسری ہے، مبارکپوری صاحب شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ:

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا اوراس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے: لا مصبر عن المحیص الی ذلک (ج۲،ص۱۳۲)

مبارکپوری صاحب بھی اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام بخاری تو حدیث کی روشنی میں کچھ فرمائیں اور مبارکپوری صاحب کچھ فرمائیں، مگر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہی "بخاریے" ہیں یعنی ہم ہی لوگ بخاری شریف پر عمل کرنے والے ہیں۔

باتوں میں بھی خلوص ہے ملنے میں بھی تپاک
لیکن یہ فاصلہ جو ہے قول وعمل کے بیچ

بخاری شریف کی حدیث رکاز میں خمس کا انکار

(۱۶۷) — بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکاز میں خمس ہے۔ (ج۱،ص۲۰۳) یعنی اس میں سے پانچواں حصہ نکالنا ہے۔

(رکاز اس معدن کو کہتے ہیں جو کان میں پیدا ہو یا زمین میں گڑا ہوا خزانہ)

مگر غیر مقلدین بخاری شریف کی اس حدیث اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں کہ رکاز میں خمس نہیں ہے۔ (ج۲ ص۱۹)

اور "رکاز" کا ترجمہ ان کے نزدیک "معدن" ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے سونا چاندی اور جواہرات نکالے جائیں اور معدنیات میں ان کے نزدیک خمس نہیں ہے بلکہ زکوۃ ہے۔ اب ذرا ان غیر مقلدوں کی عقل دیکھو کہ خود فرما رہے ہیں کہ رکاز کا

مطلب معدن ہے، جب "رکاز" کا مطلب معدن ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "رکاز" میں خمس فرمارہے ہیں تو معدنیات میں خمس ہی ہوگا کہ کچھ اور ہوگا؟ معدن اور رکاز کا معنی ایک ہی ہے اور دونوں کا حکم الگ الگ بھی ہے۔

یعنی جب غیر مقلدوں کو حدیث پر عمل کرنا نہیں ہوتا ہے تو ایسی ہی الٹی پلٹی بات کرتے ہیں، اور بخاری شریف کی حدیث کو بھی الٹ دیتے ہیں۔

ایک صاع والی حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا فتویٰ

(۱۶۸) ... حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف میں حدیث لائے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع گندم صدقۂ فطر میں نکالا کرتے تھے۔ (ص:۲۰۴)

بخاری شریف کی اس حدیث کے خلاف غیر مقلدوں کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر صدقۂ فطر میں آدھا صاع بھی گندم نکالا جائے تو بھی کافی ہوگا، عرف الجادی میں ہے

وبالجملہ صاع افضل است ونصف صاع جزی۔ (ص:۷۰)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ایک صاع گندم نکالنا افضل ہے، اور آدھا صاع بھی کفایت کرے گا، اور یہی بات شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھی ہے اور اسی کی طرف مبارکپوری صاحب کا بھی میلان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمائیں اور غیر مقلدین کچھ فرمائیں اور پھر یہ گائیں، ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد۔

اوقات منہی عنہا کی حدیث کے خلاف غیر مقلدوں کا فتویٰ

(۱۶۹) ... بخاری شریف میں قرمہ مولی زیاد کی حدیث ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اچھی لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاصلوۃ بعد صلاتین بعد العصر حتی تغرب الشمس وبعد الصبح حتی تطلع الشمس (ج ۱ ص ۲۵۱) یعنی دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں ہے، عصر کے بعد تا آنکہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد حتی کہ سورج نکل آئے۔

اب غیر مقلدوں کو دیکھو اس صحیح حدیث کے خلاف ان کا عمل ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ فجر کی سنت فجر کی نماز کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے، اور طواف کی دو رکعت نفل نماز، فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے بھی پڑھنی جائز ہے، اور اگر کوئی ان اوقات میں مسجد میں جائے گا تو تحیۃ المسجد بھی پڑھے گا۔

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث کی مخالفت کے باوجود ان غیر مقلدین کی اہل حدیثیت جوں کی توں رہتی ہے اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا، حالانکہ اس حدیث میں "صلوۃ" کا لفظ نکرہ واقع ہوا ہے اور وہ نفی کے تحت ہے، اور نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں وقتوں میں کسی طرح کی کوئی بھی نماز ہو ممنوع ہے، مگر غیر مقلدین اس قاعدہ کو صرف لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب میں چلاتے ہیں۔

(۱۷۰) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع شمس کے وقت اور سورج کے غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ (ج ۱ ص ۲۲۱)

اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا اور طواف کی نفل نماز سورج نکلنے کے بعد ادا کیا۔

مگر غیر مقلدوں کا دعوی ہے کہ ہم لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حضور کو جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں، مولانا مبارکپوری کہتے ہیں کہ

فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے طواف کی دو رکعت کا پڑھنا جائز ہے۔
(تحفہ ج۲،ص ۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کچھ اور ہے، غیر مقلدین کا کہنا کچھ اور ہے مگر غیر مقلدین کا دعویٰ یہی ہے کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے یعنی
"حرف وفاست کے پیالہ میں رہ گیا"

اسی موضوع کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی مخالفت

(۱۷)...... بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتہا الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتہا۔ (ج۱،ص ۲۲۸)

یعنی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی اور نماز اس کے وقت مقررہ سے پہلے پڑھی ہو، مغرب اور عشاء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساتھ مزدلفہ میں ادا کیا اور فجر کی نماز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزدلفہ ہی میں) اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا، یعنی عام دنوں میں جس وقت میں (یعنی اسفار میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اس سے پہلے پڑھی۔

اس روایت میں صاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کے علاوہ کبھی بھی دو نمازوں کو وقت سے پہلے ادا نہیں کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلۂ صحابہ اور فقہائے صحابہ میں سے تھے حضورؐ کے ساتھ آپ کا ہمیشہ رہنا ہوتا تھا، ان کو صاحب وسادہ اور صاحب مسواک

کہا جاتا تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ نماز کے وقت کے علاوہ میں نماز کو ادا کرنا اللہ کے رسول کی سنت نہیں تھی قرآن بھی یہی بتلا رہا ہے اللہ نے وقت مقررہ میں نماز کو فرض کیا ہے۔

مگر غیر مقلدین جن کا حرف وفا پیالہ میں سمٹ کر رہ گیا ہے، اور جو صرف بلبلان نالاں کی قوالی گانے والے قوال ہیں ان حدیث وسنت کے وفاداروں کو ان باتوں سے کچھ مطلب نہیں، وہ صرف اپنی من مانی چلاتے ہیں، اور حدیث رسول پر عمل کرنے کا صرف زبانی ان کا جمع خرچ ہوتا ہے۔ ذرا اس زبانی جمع خرچ کو نواب بھوپالی کی زبان سے سنئے، فرماتے ہیں نواب صاحب:

گروش بدیر رائے نصیب مقلداں

باشد طواف کعبہ سنت ہوس ما

یعنی مقلدین رائے کے بت کدہ کا طواف کرتے ہیں اور ہم لوگ سنت کو اپنا کعبہ بناتے ہیں اور اس کے طواف کی خواہش رکھتے ہیں۔(۱)

رمضان کے عشرۂ آخر میں کثرت عبادت والی حدیث سے انحراف

(۱۷۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بخاری شریف میں روایت ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اھلہ. (ج۱ ص ۲۷۱)

یعنی جب رمضان کا عشرۂ آخر ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیلئے کمر کس لیتے اور پوری رات عبادت میں لگے رہتے اور گھر والوں کو بھی عبادت کیلئے جگاتے۔

یہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان کے عشرۂ آخر کا عمل تھا، یعنی

(۱) [illegible] اور ہوس رکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی احادیث کا بھی بلا تکلف انکار کرتے ہیں۔

کثرت عبادت راتوں کو جاگنا، اور عبادت کے لئے گھر والوں کو جگانا، اور بلبلان گلزار محمد کا رمضان شریف کی مبارک راتوں اور مبارک مہینہ میں کیا عمل ہوتا ہے تو اس کو حکیم صادق سیالکوٹی کی زبان سے سنئے، فرماتے ہیں:

نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، رات کی نماز غیر رمضان میں جب سوکر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر رمضان میں سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں۔

رمضان شریف میں روزہ کے سبب چونکہ طبائع ضعیف اور مضمحل ہو جاتی ہیں، اور افطاری اور سیری کے بعد سونے اور پھر آدھی رات گئے، بیدار ہو کر تہجد کیلئے طویل قیام کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے نبی رحمت نے رات کی نماز "تہجد" کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تا کہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزے کیلئے تازہ دم ہو جائیں۔ (صلوٰۃ الرسول محقق ص ۴۱۰)

رمضان کی راتوں میں چین کی نیند سونے والے یہ قوالی بھی گائیں "ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد" اور "طواف کعبہ سنت ہوس ما" اور "قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے" اور "نہاد اہل حدیث اتباع سنن" اور اس طرح کی بہت سی قوالیاں غیر مقلدوں کی زبان پر ہوتی ہیں۔

دیکھو جب انسان تقلید کا راستہ چھوڑ کر اپنی مرضی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کو شیطان کس طرح سے گمراہ کرتا ہے، اور کتاب وسنت کا نام اس کی زبان پر رکھ کر کے کتاب وسنت کا کس طرح مذاق اڑواتا ہے۔

عاقل کیلئے کافی ہے اک حرف اشارہ
کافی نہیں ناداں کو نہ دفتر نہ رسالہ

شراب اور مردار کے بارے میں غیر مقلدوں کا مذہب اور احادیث صحیحہ کی مخالفت

(۱۷۳)...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور مردار کی فروخت کو حرام کہا ہے۔ حرم بیع الخمر والمیتة. (ج ۱، ص ۲۹۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے دوسری طرف اس کے بالکل خلاف غیر مقلدین علماء کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اگر شراب سرکہ میں گر جائے اور وہ بھی سرکہ بن جائے تو اس کا کھانا پینا جائز ہے۔ (نزل الابرار: ج ۱، ص ۵۲)

(۲) شراب سے بنی ہوئی خوشبودار چیزیں پاک ہیں ان کا کھانا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ (ایضاً، ص ۵۰)

(۳) شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے خواہ شراب پینے کے فوراً بعد کا ہو اس لئے کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ شراب پاک ہے۔ (ایضاً، ص ۳۱)

اور نواب صاحب عرف الجادی میں فرماتے ہیں:

(۴) حکم نجاست خمر بے دلیل باشد۔ (ص ۲۳۷)

یعنی شراب کی نجاست کا حکم بے دلیل ہے۔

ابھی جو حدیث گزری اس میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کو حرام قرار دیا ہے، خود قرآن میں صراحت ہے۔ حرمت علیکم المیتة، یعنی

تمہارے اوپر مردار کو حرام کر دیا گیا ہے۔

مگر غیر مقلدین نہ اللہ کی سنیں نہ اللہ کے رسول کی سنیں انہوں نے اپنا مذہب یہ بنایا ہے کہ اگر جانور ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے تو اس کو کھانا جائز ہے۔ جب کھانا جائز ہے تو اس کا بیچنا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا نام غیر مقلدیت ہے۔ انکار حدیث کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے، منکرین کتاب وسنت انہیں جیسے مسلمانوں کے رویہ سے پیدا ہوئے ہیں، کتاب وسنت کی کھلی مخالفت کے باوجود یہ لوگ اہل حدیث بنے پھرتے ہیں۔ اگر اہل حدیث ایسے ہی ہوتے ہیں تو تف ہے ایسی اہل حدیثیت پر، معاف فرمائیں غیر مقلدین حضرات۔

باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

غیر مقلدین کے نزدیک کھیتی باڑی کی حفاظت کیلئے کتا کا خریدنا جائز نہیں ہے

(۱۷۳) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں یہ باب باندھا ہے: باب اقتناء الکلب للحرث، یعنی کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا خریدا اور حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اس کے جواز کو بتلانے کے لئے ان حدیثوں کو ذکر کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص (شوقیہ) کتا پالتا ہے تو اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط (۱) عمل

(۱) عرب کا ایک پیمانہ ہے۔

کم ہوتا رہتا ہے، الا یہ کہ وہ کتا کھیتی یا جانوروں کی حفاظت کیلئے پالا ہو۔ (ج ۱ ص ۳۱۲)

سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ انہوں نے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسا کتا خریدا جو کھیتی کی حفاظت کے کام کا نہ ہو تو اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کتا کھیتی یا جانوروں کی حفاظت کے لئے خرید کر یا اور کسی طرح حاصل کیا جائے تو ایسا کتا پالنا جائز ہے، امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب اجلہ فقہائے کرام اور محدثین عظام کا ہے، حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطاء (جن کی حدیث بخاری میں بکثرت ہے) حضرت حماد اور اہل کوفہ اور دیگر جگہوں میں رہنے والے تابعین اور تبع تابعین کا یہی مذہب ہے۔ مگر غیر مقلدین نے فرمان رسول کے خلاف اور امام بخاری اور دیگر محدثین وفقہا نے جو مذہب جواز کا بیان کیا ہے اس کے خلاف اپنا مذہب بنایا ہے۔ ان کے نزدیک کتا خریدنا اور بیچنا جائز نہیں ہے اور اس کی قیمت حرام ہے۔

مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں کہ جس حدیث سے حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نے شکار والے کتے کی قیمت کو جائز رکھا ہے تو ان کا استدلال کرنا اس حدیث سے صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ (ج ۲ ص ۲۵۸)

چلو تسلیم کہ وہ حدیث تمہارے کہنے کے مطابق ضعیف ہے مگر بخاری شریف کی جو دو حدیثیں ابھی مذکور ہوئیں کیا یہ بھی ضعیف ہیں، آپ کی نگاہ اے غیر مقلدوں کے محدث اعظم ان دو حدیثوں پر اور بخاری شریف پر کیوں نہیں گئی؟

یہ غیر مقلدین عجیب قسم کے اہل حدیث ہیں ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ خود قرآن میں شکاری کتوں سے شکار کرنے کا حکم ہے، اور ان کا شکار حلال ہے۔ تو یہ کتے کیسے حاصل کئے جائیں گے، یا کوئی ہدیہ کرے گا، یا ان کو خریدا جائے یہی تو شکل ہے یا

غیر مقلدین کے نزدیک اور بھی کوئی شکل ہے؟ ہاں ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی کا کتا چرا لیا جائے، یا راستے میں جو کتے ہوتے ہیں ان کو اٹھا لیا جائے۔ اگر غیر مقلدین کتوں کو حاصل کرنے کی یہ شکلیں اختیار کرنا چاہیں تو کسی کو کیا اعتراض ہوگا۔

غیر مقلدوں کے امام نواب بھوپالی نے چار سے زائد بیوی سے ایک وقت میں نکاح سے منع کرنے والی حدیث کا انکار کیا

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک باب یہ قائم کیا ہے لا یتزوج اکثر من اربع یعنی (ایک وقت میں) چار سے زیادہ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہی حکم قرآن کا ہے اور یہی مذہب تمام اہل سنت کا ہے۔ البتہ شیعوں کے مذہب میں چار سے زیادہ بیوی کو ایک وقت میں رکھ سکتا ہے، اور خوارج کا بھی یہی مذہب یعنی ایک وقت میں چار سے زیادہ بیوی کو رکھنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ (۱)

مگر غیر مقلدوں کے نواب صاحب بھوپالی کیا فرماتے ہیں یہ بھی آپ سن لیں، عرف الجادی میں فرماتے ہیں:

> قرآن میں جو نکاح والی آیت ہے جس سے لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ ایک وقت میں صرف چار ہی سے شادی کی جا سکتی ہے، (یہ صحیح نہیں ہے) اس آیت میں اس کا بیان نہیں ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ (دراں تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست) اور نہ یہ آیت دلیل ہے کہ اگر چوتھی کے ہوتے ہوئے پانچویں کرے تو ایک کو اپنے

(۱) فرق یہ ہے کہ شیعوں کے یہاں نو بیویوں تک رکھ سکتا ہے اور خوارج کے مذہب میں اٹھارہ بیویوں کو ایک وقت میں رکھ سکتا ہے۔

نکاح سے نکال دے۔

اور اس بارے میں اجماع کا ذکر کرنا محض بے کار کی بات اور شور و شرابا ہے، اور اس بارے میں غیلان ثقفی کی جو روایت ہے اگر چہ اس کو حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے مگر امام بخاری اور ابو حاتم اور ابو زرعہ نے اس کو معلول بتلایا ہے اس لئے یہ لائق استدلال نہیں ہے۔ (ص:۱۱۱)

اسی سلسلہ کی بخاری شریف کی ایک اور حدیث کا انکار

(۱۷۵)...... بخاری شریف میں اسی سلسلہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے: قال ابن عباس مازاد علی اربع فھو حرام کامه وابنته واخته (ج۲:ص ۷۶۵) یعنی جس نے چار سے زیادہ بیوی رکھا تو اس پر وہ عورت اسی طرح حرام ہوگی، جس طرح اس کی ماں، اس کی لڑکی اور اس کی بہن۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ احادیث میں کیا ہے، اور نواب صاحب کا فرمان کیا ہے؟ مجھے آج تک نہیں معلوم کہ کسی غیر مقلد عالم نے نواب صاحب کی اس بات کی تردید کی ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان غیر مقلدوں کے دل میں بھی کہیں نہ کہیں چور ہے۔

حالت حیض میں طلاق پڑنے والی حدیث کا انکار

(۱۷۶)...... بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تھی، اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے رسول سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ رجوع کریں اور جب حیض سے بیوی نکل آئے اور پاک ہو جائے تو تم میں اس کو طلاق دیں۔ (ج۲:ص ۷۹۱)

بخاری شریف کی اس حدیث کے خلاف غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ جو طلاق حیض کی حالت میں دی جائے وہ نہیں پڑتی۔(۱)

شوکانی اور نواب صاحب بھوپالی کا بھی یہی مذہب ہے، دیکھو عرف الجادی ص ۱۱۹، ان حضرات غیر مقلدین کو اتنا سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر حالت حیض میں طلاق نہ پڑتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کا کیا مطلب ہے مُرہ ان یرا جعہا، اے عمر تم اپنے لڑکے عبداللہ کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، کیا اللہ کے رسول کا یہ کلام اور یہ حکم کرنا لغو تھا؟

گر چنیں مجتہداں شدند
کار دین تمام خواہد شد

نواب صاحب بھوپالی نے بخاری کی روایت کا انکار کر دیا

(۱۷۷) ...... اسی سلسلہ کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا اثر نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس طلاق کو ایک طلاق شمار کیا گیا۔ (ج ۲ ص ۷۹۰)

مگر غیر مقلدین کہاں ماننے والے ہیں، چاہے اللہ کا ارشاد ہو، چاہے ابن عمر کا کہنا ہو، چاہے ابن جبیر کا مذہب ہو، چاہے بخاری کی حدیث ہو، یہ بڑی ضدی قوم ہے اور نہایت ہوی پرست اسلاف بیزار،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں ان کی حیض والی طلاق ایک شمار کی گئی، حضرت ابن عمر ہی صاحب واقعہ ہیں، مگر نواب صاحب اور شوکانی صاحب فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں اس کو طلاق شمار کرنے والا کون ہے؟ اس لئے اس کا اعتبار نہیں، فرماتے ہیں نواب صاحب: ودر قول ابن عمر انہا حسبت علی تبیان حاسب نیست (ص ۱۱۹)

(۱) دیکھو تنویر الآفاق تالیف رئیس احمد ندوی شائع کردہ جامعہ سلفیہ بنارس۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالی عنہ) کے قول میں کہ وہ میرے لئے ایک شمار کی گئی شمار کرنے والے کا خوب بیان نہیں ہے۔ (۱)

اب میں نواب صاحب کے اس نوابی کلام کے بارے میں کیا کہوں۔

الٹی سمجھ کسی کو ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت مگر یہ ادا نہ دے

ناظرین کرام عبرت حاصل کریں کہ کن کن بہانوں سے غیر مقلدین صحیح احادیث بخاری کا انکار کرتے ہیں۔ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔

بخاری شریف کی حدیث ایک وقت کی تین طلاق تین ہی ہو جاتی ہے اس کا انکار

(۱۷۸)..... بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے من اجاز الطلاق الثلاث، یعنی اس آدمی کا کیا حکم ہے جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی۔

اور اس باب کے تحت حضرت عویمر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دی۔ (ج ۲ ص ۷۹۱)

غیر مقلدین اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین طلاق کا دینا بیوی کو نکاح سے نکلنے میں غیر مؤثر ہے، یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کو مؤثر بتلایا اس کو غیر مقلدین غیر مؤثر بتلاتے ہیں، حالانکہ اہل سنت والجماعت میں سے سوائے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے جو ان کے شاگرد اور مقلد ہیں کوئی بھی

---

(۱) [illegible] کیا ہو رہا ہے؟ یہ حضرات عجیب قسم کے مقلد ہوتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ [illegible] تین طلاق کو عام طور پر ایک سمجھا گیا، جب عام طور پر ایک سمجھا گیا تو کس کس کا نام لیا جائے کہ اس نے [illegible] تین طلاق کو ایک [illegible] "بیان" اور کیا ہوگا؟

غیر مقلدوں کے ساتھ نہیں ہے۔

غیر مقلدین (بخاری و مسلم اور احادیث کی دوسری کتابوں کی) ان تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت کی تین طلاق تین ہوتی ہے، غیر مقلدین اس مسئلہ میں شیعوں کے ساتھ ہیں۔

حلالہ والی صحیح بخاری کی حدیث کا غیر مقلدوں نے انکار کیا ہے

(۱۷۹)..... حضرت قاسم بن محمد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاق دی، اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شوہر کے لئے حرام ہوگئی، اب پہلے شوہر کے لئے اسی وقت حلال ہوگی جب دوسرا شوہر اس سے صحیح طور پر لطف اندوز نہ ہولے، جس طرح پہلے شوہر نے اس کا مزہ چکھا تھا۔

(ج ۲ ص ۷۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بعینہٖ قرآن کے حکم کے مطابق ہے۔

مگر غیر مقلدین نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کو ٹھکرا دیا ہے، یہ بلبلان نالاں گلزار محمد والے نہ اللہ کی مانیں نہ اللہ کے رسول کی، اور جس حلالہ کو اللہ اور اس کے رسول نے جائز رکھا ہے اسی حلالہ کو یہ بدبخت حرام بتلاتے ہیں اور جس طلاق کو اللہ اور اس کے رسول نے واقع بتلایا ہے اس طلاق کو غیر مقلدین غیر واقع بتلاتے ہیں پھر بھی بے شرمی سے کہیں گے کہ ہم ہی لوگ اصلی اللہ و رسول والے ہیں۔ (۱)

(۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حلالہ پر لعنت فرمائی ہے وہ مطلقاً حلالہ نہیں بلکہ حلالہ کی شرط کے ساتھ حلالہ کرنا ہے وہ حرام ہے، احناف کے یہاں بھی ایسا نکاح مکروہ تحریمی ہے، مطلقاً حلالہ کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہے اور بے حد کفر تک پہنچانے والی بات ہے۔

مسافت سفر کے بارے میں صحیح حدیث کا انکار اور علمائے غیر مقلدین کے متعارض اقوال

(۱۸۰)...... حضرت امام بخاری نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے۔

باب فی کم تقصر الصلوٰۃ

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ مسافر آدمی کتنی مسافت پر نماز قصر کرے گا۔

پھر یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن و رات کا جو سفر کرے وہ مسافر ہے اور وہ نماز قصر کرے گا،

اور لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید پر قصر کیا کرتے تھے، (ایک برید سولہ فرسخ کا ہوتا ہے) یعنی اڑتالیس میل پر قصر کیا کرتے تھے، لیکن غیر مقلدوں نے بخاری شریف کی حدیث کے خلاف اور ان صحابہ کرام کے فتویٰ کے خلاف اپنی اپنی راگ الگ الگ الاپا ہے اور اپنے اپنے انداز سے قصر کی مسافت متعین کی ہے۔ مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ تین میل کا سفر ہو تو قصر کرے گا، مولانا اسماعیل سلفی اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں نو میل بتلاتے ہیں اور صلوٰۃ الرسول کتاب میں حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں قصر کے لئے کم از کم تین میل ہے، اور اس کتاب کا محشی غیر مقلد کہتا ہے کہ اس کے لئے کوئی مسافت نہیں ہے اور نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی میں تین میل یا تین فرسخ بتلاتے ہیں۔

غرضیکہ صحابہ کرام سفر کی مدت کچھ بتلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے علماء کچھ بتلاتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث کچھ کہتی ہے اور یہ بزرگان ملت کچھ کہتے ہیں، نہ الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء کا معاملہ ہے۔ یعنی ”ترک تقلید کیا ٹھوکریں کھاتے رہے“۔

وتر میں دعاء قنوت کب پڑھی جائے

بخاری کی حدیث کی مخالفت

(۱۸۱) بخاری شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنا ہے کہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد؟ تو حضرت انسؓ نے فرمایا: لا بل عند فراغ من القراءة. (ج۲،ص۵۸۶)

یعنی نہیں، جب قرأت سے فارغ ہو گا تب قنوت پڑھے گا۔

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث کے خلاف غیر مقلدین کے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ وتر میں قنوت رکوع کے بعد ہے اور یہی بہتر ہے اور یہی حق ہے۔ (دیکھو صلوٰۃ الرسول اور تحفۃ الاحوذی)

دعاء قنوت کے سلسلہ میں غیر مقلدین کی دھاندلی اور بے ایمانی

(۱۸۲) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعاء قنوت مشرکین پر بد دعا کیلئے پڑھی تھی۔ (ج۲،ص۵۸۸)

صادق سیالکوٹی صاحب نے نہایت دیدہ دلیری سے قنوت نازلہ کو قنوت وتر بتایا اور رکوع کے بعد اس کی جگہ بتلائی ہے، اور غضب یہ کیا ہے کہ اس بات کو امام نووی کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس سے بڑا غضب یہ کیا ہے کہ امام نووی کی شروع کی اس عبارت کو چھوڑ دیا ہے جس میں امام نووی یہ بتلا رہے ہیں کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد اصل وہ دعاء قنوت ہے جس کو قنوت نازلہ کہا جاتا ہے، اور جو بطور بد دعا اللہ کے

رسول نے ایک ماہ پڑھی تھی۔

دیکھیے اہل حدیث لوگ کیسے اچھے اہل حدیث ہیں، بے ایمانی پر بے ایمانی کیے جا رہے ہیں، مگر ان کو شرم نہیں آتی، بنتے ہیں بخاری، اور بخاری شریف کی احادیث کی مخالفت پر مخالفت کرتے جائیں گے۔

صرف صلوٰۃ الرسول والے کی بات نہیں ہے، بلکہ تحفۃ الاحوذی میں بھی وہی بات ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے اور غیر مقلدین کی دوسری کتابوں میں بھی مثلاً فتاویٰ اہل حدیث میں بھی یہی لکھا ہے۔

دل سب کا جب مردہ ہے تو سب کی کہانی ایک سی ہے
یاں بھی دل بے نور رہا ہے اور واں بھی دل بے نور رہا ہے

قربانی کرنے کے بارے میں غیر مقلدین کا عمل سنت رسول کے خلاف ہے

(۱۸۳)......اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قربانی دائماً (معمولاً) قربان گاہ میں کرتے تھے اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل تھا بخاری شریف کی روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قربانی ہمیشہ قربان گاہ میں کرتے تھے۔ (ج ۲ ص ۸۳۳)

مگر گلزار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بلبلان نالاں قربانی اپنے گھروں میں کر کے سنت رسول پر عمل کرتے ہیں۔

احرام باندھنے کے بارے میں غیر مقلدین کا مذہب حدیث کے خلاف

(۱۸۴)......بخاری شریف میں میقات کے بیان میں یہ حدیث ہے:

حضرت زید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں کہاں سے عمرہ کا احرام باندھوں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لئے قرن، اور اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ مقام کو احرام کے لئے مقرر کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

باب فرض مواقیت الحج والعمرة

یعنی اس بات کا بیان کہ حج وعمرہ میں احرام کا باندھنا کن جگہوں سے فرض ہے۔ معلوم ہوا کہ نفس میقات ہی سے احرام باندھنا فرض ہے۔ مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جو آدمی میقات کے مقام پر نہیں رہتا ہے وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے۔ (عرف الجادی ص ۸۹)

نماز جمعہ زوال سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہے

(۱۸۵) بخاری شریف میں باب ہے وقت الجمعة اذا زالت الشمس، یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے، اور اس باب کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس، یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جمعہ زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (ج ۱ ص ۱۲۳)

اور یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، مگر غیر مقلدین جماعت کے مجتہد نواب صاحب فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ (عرف الجادی ص ۳۱) اور نواب وحید الزماں کنز الحقائق میں فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت آفتاب کے نیزہ بھر بلند ہونے سے لے کر عصر کے آخر وقت تک ہے (فقہ

حین ارتفاع الشمس قدر رمح الی انتہاء وقت الظہر۔ (ص ۳۴)

اللہ کا رسول کچھ کہے، حضرت انس کچھ کہیں، امام بخاری کا مذہب کچھ ہو مگر پٹیالان باباں کے مجتہدین اپنا اجتہاد چلائیں گے۔ نہ رسول اللہ کو مانیں نہ حضرت امام بخاری کو کچھ سمجھیں البتہ ان کی زبان سے یہ سنتے رہو کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے لیے جھکا ہوا ہے۔

مسلم شریف کی روایت کے خلاف
غیر مقلدین کا مسلسل عمل

(۱۸۶) مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بغل کے بال کو صاف کرنے کے بارے میں فرمایا کہ اس کا اکھاڑنا فطرت ہے۔

اور غیر مقلدین جو صحیح حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ حضرات وہ کام نہیں کرتے، ان کے اکابر و اصاغر سب استرے یا بلیڈ سے بغل صاف کرتے یا کراتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بغل کا بال استرے یا بلیڈ سے صاف نہیں کرایا، اگر کرایا ہو یا خود کیا ہو تو غیر مقلدین اس حدیث کا حوالہ دے کر ہماری معلومات میں اضافہ کریں ہم ان کے شکر گذار ہوں گے۔

سر کے مسح کی حسن حدیث کا انکار

(۱۸۷) ترمذی شریف میں سر کے مسح کرنے کا سلسلہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء کی ایک حسن حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح کیا تو دو مرتبہ مسح کیا، پچھلے سر سے شروع کیا پھر اگلے سر سے شروع کیا، امام ترمذی

فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔
مگر مبارکپوری صاحب اس حدیث کو امام ترمذی کے حسن کہنے کے خلاف ضعیف بتلاتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہیں جو ان کے نزدیک اور شوکانی کے نزدیک مدلس ہیں اور مدلس راوی کی حدیث خواہ وہ مدلس راوی جیسا بھی خواہ وہ خیر القرون کے زمانہ کا ہو، ان حضرات غیر مقلدین کے نزدیک مردود اور ضعیف ہوتی ہے جب کہ حضرت وکیع بن جراح جیسا محدث اور ناقد حدیث کا عمل اس حدیث کے مطابق تھا۔ (تحفہ: ج ۱ ص ۴۵)

صرف عمامہ پر "مسح کرنے کو" منع کرنے والی حدیث کی مخالفت

(۱۸۸)..... مسلم شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو صرف عمامہ پر مسح نہیں کیا بلکہ مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ (ج ۱: ص ۱۳۴) پیشانی کا مسح اور عمامہ پر مسح کیا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا مسنون عمل نہیں ہے، مگر غیر مقلدوں کا عمل اس حدیث پر نہیں ہے، ان کے نزدیک سر پر مسح نہ کر کے صرف عمامہ پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ حکیم صادق صلوٰۃ الرسول میں لکھتے ہیں:
اگر سر پر پگڑی وغیرہ ہو اور کسی وجہ سے ہم اتارنا نہ چاہیں تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ (ص: ۱۴۱)
مسلم شریف کی حدیث قرآن کے حکم کے مطابق ہے، قرآن میں ہے وامسحوا برؤسکم۔ یعنی تم لوگ اپنے سر کا مسح کرو۔
لیکن غیر مقلدین کو ان احادیث پر عمل کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے جن کے ظاہر پر عمل کرنے سے قرآن کی بظاہر مخالفت لازم آتی ہے۔

اذان کے بعد غیر مقلدین درود شریف بطور وجوب کے نہیں پڑھتے

(۱۸۹)..... مسلم شریف میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے حکم دیا کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی ان کلمات کو اسی طرح دہراؤ، پھر صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ عشراً (ج ۱ ص ۱۶۶) میرے اوپر درود پڑھو جو شخص میرے اوپر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

اس روایت میں "صلوا" کا صیغہ امر کا ہے، اور امر کا صیغہ وجوب کو بتلاتا ہے، جیسا کہ آپ نے اس کتاب میں پڑھا۔ مگر کوئی غیر مقلد عالم یہ فتویٰ نہیں دیتا کہ اذان کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا واجب ہے، جب کہ واجب نہ ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جب چاہیں امر کا صیغہ وجوب کے لئے بتلا دیں اور جب چاہیں اس کے وجوب پر دلالت کرنے کی نفی کر دیں، اور مسئلہ کو اپنے ڈھنگ کا بنالیں، اسی کا نام تو غیر مقلدیت ہے اور تقلید سے آزادی یہی تو مزاج پیدا کرتی ہے۔

---

(۱) "صلوا" کا صیغہ یہاں بھی ہے اور "صلوا" کا صیغہ "صلوا کما رأیتمونی اصلی" والی حدیث میں بھی ہے، مگر یہاں کا "صلوا" وجوب کو نہیں بتلاتا ہے اور وہاں کا "صلوا" وجوب کو بتلاتا ہے، اور غیر مقلدین بتلا نہیں کر سکتے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ بس یہ کہ "جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

منی کے ناپاک ہونے کی مسلم شریف کی حدیث اور غیر مقلدین کا مذہب

(۱۹۰) ...... پہلے گزر چکا ہے کہ غیر مقلدوں کے مذہب میں منی پاک ہے اور جتنی روایتیں منی کے ناپاک ہونے کو بتلاتی ہیں ان سب کا غیر مقلدین انکار کرتے ہیں، اسی سلسلہ کی ایک مسلم شریف میں حضرت ابن بشر کی روایت ہے اس کا بھی غیر مقلدوں نے انکار کیا ہے۔

حضرت ابن بشر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھویا کرتے تھے اور حضرت عائشہؓ بھی یہی فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھویا کرتے تھے۔ (مسلم مع نووی: ج ۱ ص ۱۴۰) اور غیر مقلدین کے نزدیک کان جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو استمرار کا فائدہ دیتا ہے، معلوم ہوا کہ منی سے کپڑے کو پاک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استمراری اور دوامی عمل تھا۔

غیر مقلدین افضل والی قرأت اور نماز کے تارک ہیں

(۱۹۱) ...... مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من قرأ بأم الكتاب فقد اجزأت عنه ومن زاد فهو افضل. (ج ۱ ص ۱۷۰)

یعنی جس نے نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی تو یہ کافی ہو جائے گی اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا (یعنی کوئی سورت یا مزید کچھ آیتیں پڑھیں) تو یہ افضل ہے۔ غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، اس سے زیادہ نہیں پڑھے گا۔

اللہ کے رسول تو فرمائیں کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ زیادہ پڑھنا افضل ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ پڑھنا افضل ہے۔(۱)

دیکھو کہ غیر مقلدین کیسی الٹی گنگا بہارہے ہیں، اسی کا نام تو غیر مقلدیت ہے اور اسی غیر مقلدیت کے بل بوتے پر غیر مقلدین یہ قوالی گاتے ہیں:

ہم اہل حدیث ہیں برادر — ہے قول نبی ہمارا رہبر

(طریق محمدی، ص ۹)

اور محمد جونا گڈھی جو محمدیات کے مصنف ہیں ان کی یہ قوالی تو بہت مشہور ہے:

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں — میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں

جاں سرو پہ قمری دے بلبل گل رعنا پر — میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں

(ایضاً، ص ۱۶)

جہراً بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں غیر مقلدین کا مذہب اور مسلم شریف کی حدیث

(۱۹۲)..... مسلم شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان حضرات میں سے کسی سے نہیں سنا کہ سورہ فاتحہ کے شروع میں انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہو۔ (ج ۱ ص ۱۷۲)

یہ تو اللہ کے رسولؐ اور حضرات خلفائے راشدینؓ کا عمل تھا، اور مولانا صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول میں کیا فرماتے ہیں وہ بھی سن لیں،

(۱) حکیم صادق صلوٰۃ الرسول کتاب میں لکھتے ہیں امام کے پیچھے مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا اور کچھ نہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۲۳۴-۲۳۵)

اگر جہری نمازوں میں کوئی بسم اللہ پکار کر پڑھے تو انکار نہ کریں بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی بھی کئی حدیثیں ہیں (۱) تو دونوں طرح جائز ہوا آہستہ بھی اور پکار کر کے بھی۔ (حاشیہ ص ۲۳۲)

مسلم شریف کی قرأت خلف الامام سے منع کرنے والی حدیث کا انکار

(۱۹۳)..... مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جو جریر عن سلمان تیمی عن قتادہ کی سند سے ہے (یہ تینوں انتہائی ثقہ اور بلند پایہ راوی ہیں) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور جس میں ہم کو سنت سے آگاہ کیا اور ہم کو ہماری نماز سکھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو سیدھی کرو پھر تم میں کا ایک آدمی امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو و اذا قرأ فانصتوا۔ (ج۱ص ۱۷۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اللہ کے رسول کا یہ ارشاد پاک خطبہ کے وقت کا ہے، اور سنت سکھلانے کے وقت کا ہے اور نماز سکھلانے اور نماز کی تعلیم کے موقع کا ہے جس میں اللہ کے رسولؐ صاف فرمارہے ہیں کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات عین قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ہے مگر برا ہو غیر مقلدیت کا اس صاف صریح اور واضح اور قرآن سے مطابقت رکھنے والی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں، مخالفت ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو دعوت بھی دیتے ہیں کہ آؤ تم بھی ارشاد رسول کی مخالفت کرو، اور اللہ کے رسولؐ نے جس طرح

---

(۱) خوب مولانا صاحب کیا استدلال ہے، بات چل رہی ہے جہرا بسم اللہ پڑھنے کی اور دلیل دی جا رہی ہے احادیث کی۔

نماز پڑھنے کا تم کو طریقہ سکھلایا ہے اس کے خلاف نماز پڑھ کر سیدھے جہنم میں جاؤ۔
منکرین حدیث وسنت نے انہی غیر مقلدین کی تقلید میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں غیر مقلدین کا گستاخانہ کلام

(۱۹۴)..... مسلم شریف میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس وقت کے جو نئے حالات پیدا ہوئے ہیں، اگر ان کو دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ (مسلم شریف)

یہ اس زمانہ کی بات ہے جو خیر القرون کا زمانہ تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی چند روز ہی ہوئے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ارشادات موجود تھے، اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ فرما رہی ہیں اور عورتوں کا مسجد میں جانا ان کو اچھا معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہ امت تھیں، ام المومنین تھیں، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج شناس تھیں، اللہ کے رسول کو کیا پسند تھا اور کیا ناپسند تھا اس سے خوب واقف تھیں ان کا یہ ارشاد ہے۔

ان کے مقابلہ میں غیر مقلدوں کا یہ کہنا ہے کہ نہیں عورتوں کو آج بھی اور اس زمانہ میں بھی مسجد میں جانا چاہئے۔ اور حضرت عائشہ کے فرمان کو ان کی رائے کہہ کر دیوار پر مار دیا، ان کے بڑے میاں کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات

کورد کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے تکلف نہیں ہوتا ہے کہ صحابی کی رائے دین میں حجت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں میاں صاحب دہلوی:

رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ عائشہ اپنی فہم سے فرماتی ہیں اور فہم صحابہ شرعی حجت نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۴۲)

اور اسی فتاوی میں اسی جگہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ایک بدبخت غیر مقلد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے اس کہنے پر قرآن کی اس آیت کریمہ کا مصداق ٹھہراتا ہے ومن یشاقق الرسول. الخ

وہ بدبخت کم نصیب لکھتا ہے:

جو شخص بعد ثبوت قول رسول وفعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا. جو حکم صراحۃ شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز رائے وقیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منه حکم صریح الٰہی کا انکار کرکے ملعون بن گیا، اور یہ شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر ان کی حدیث کی وجہ سے اس قسم کا تبصرہ کوئی ملعون ہی کر سکتا ہے۔ کسی اہل سنت والجماعت کی طرف سے اور اس کی زبان وقلم سے اس قسم کا تبصرہ ہی نہیں ہو سکتا۔ (۱)

---

(۱) اس ملعون تبصرہ کرنے والے نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین صدیقہ کائنات پر ایک ساتھ الزامات لگائے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت (۲) حضرت عائشہ اس حکم کی مخالفت کرکے اس آیت کا مصداق ہو گئیں (معلوم ہونا چاہئے کہ یہ آیت منافقوں اور کافروں کی شان میں ہے) (۳) حضرت عائشہ نے اس بارے میں "قیاس ورائے" کو دخل دیا (۴) حضرت عائشہ نے قیاس ورائے کو اس مسئلہ میں داخل کرکے (معاذ اللہ) وہی کام کیا جو شیطان نے انا خیر منه کہہ کر کیا تھا۔ (۵) حضرت عائشہ نے یہ کہہ کر کے موجودہ زمانہ میں عورتوں کو مسجد نہ جانا چاہئے شریعت کو بدل ڈالنے کی جرأت کی۔ نعوذ باللہ من هذه الخرافات.

رو میں ہے رخش فکر کہاں دیکھئے تھمیں
نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (۲)

مسلم شریف کی نماز میں نہ سلام کرنے والی حدیث کا انکار

(۱۹۵)...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام سے بھیجا تھا، جب میں واپس ہوا تو میں رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا (نہ زبان سے نہ اشارہ سے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو اس لئے جواب نہیں دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ (مسلم شریف)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے کو سلام کا جواب دینا نہ اشارہ سے جائز ہے اور نہ منہ سے روا ہے۔

اور اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غیر مقلدوں کے نزدیک حالت نماز میں اشارہ سے جواب دینا جائز ہے، اب ان خوش فکروں کو کون بتلائے کہ اگر سلام کا جواب دینا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جواب ضرور دیتے اس لئے کہ سلام کا جواب دینا ضروری اور واجب ہے۔

تہجد کے بارے میں حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت

(۱۹۶)... مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲) آنجناب سے حضرت کے ساتھ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب تہجد چھوٹ جاتا تو اس کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں بارہ رکعت نماز ادا کرتے۔ (مسلم: ج ۱ ص ۲۵۶)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد بارہ رکعت ہوا کرتی تھی، مگر غیر مقلدین جو تہجد ہی کو تراویح بتلاتے ہیں یہ حدیث پر عمل کرنے والے لوگ تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب تہجد چھوٹ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جگہ دن میں بارہ رکعت ادا کرتے، تو اگر غیر مقلدین جن کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی نماز رمضان کے زمانہ میں اصلاً تہجد ہی ہے ان کو بھی اگر تراویح چھوٹ جائے تو اس کی جگہ دن میں تراویح کی بارہ رکعت نہیں کم از کم آٹھ رکعت ادا کرنا چاہئے۔

لیکن گلزار محمدی کے بلبلان نالاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں، ان کی کسی کتاب میں تو اس سنت کا ذکر بھی نہ

سمندر تیز، طوفانی ہوا، ٹوٹی ہوئی کشتی
یہی اسباب کیا کم ہیں کہ اس پر ناخدا تم ہو

دوران خطبہ دو رکعت نماز نہ پڑھنے والی حدیث کا انکار

(۱۹۷) مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من توضا الوضوء فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة فاستمع وانصت غفر له مابينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا. (ج ۱ ص ۲۸۳)

یعنی جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا اور اس نے کان لگا کر خطبہ سنا اور (دوران خطبہ) خاموش رہا تو آنے والے جمعہ اور تین دن زائد

تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اور جس نے کنکری کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

یہ ہے خطبہ جمعہ کی اہمیت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور غیر مقلدین اس حدیث اور اس طرح کی دوسری احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر آدمی دوران خطبہ بھی مسجد میں پہونچے تو بھی دو رکعت نماز پڑھ کر خطبہ سنے۔ (۱)

اب کون ان حدیث والوں کو بتلائے کہ اگر دوران خطبہ دو رکعت کا پڑھنا ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے "**فاستمع**" "استمع" پر حرف فا کا داخل ہونا بتلا رہا ہے کہ آنے والے کو آتے ہی خطبہ کی طرف بلا کسی دوسرے عمل کے متوجہ ہو جانا چاہیے۔ (۲)

---

(۱) حکیم صادق فرماتے ہیں: دوران خطبہ میں دو رکعت پڑھو۔ (ص ۳۲۶) (دوران خطبہ میں) ماشاء اللہ کیا فصیح اردو ہے۔

(۲) غیر مقلدین حضرات دو رکعتوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ صاف صریح ارشادات رسول کو بھی اس کے مقابلہ میں ٹھکرا دیتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (جس کو غیر مقلدین نقل کرتے ہیں کہ آنے والا دوران خطبہ میں آئے تو دو رکعت پڑھے) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات حضرت عمر کو بھی معلوم تھی، حضرت عثمان کو بھی معلوم تھی، حضرت علی کو بھی معلوم تھی، حضرت امام مالک کو بھی معلوم تھی، حضرت لیث فقیہ مصر کو بھی معلوم تھی اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کے استادوں کے استاد حضرت سفیان ثوری کو بھی معلوم تھی اور جمہور صحابہ وتابعین کو بھی معلوم تھی مگر ان میں کوئی بھی تو دوران خطبہ جمعہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا قائل نہیں تھا، کسی حکم نہیں۔ شافعی محدث، امام یہی بات نہیں، امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

قال الشافعي وقال مالك والليث وابو حنيفة والثوري وجمهور السلف من الصحابة والتابعين لا يصليهما، وهو مروي عن عمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم وحجتهم الامر بالانصات (ج۱ ص ۲۸۷)

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ امام مالک، امام لیث، امام ابوحنیفہ اور جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیۃ المسجد نہیں ہے اور یہی مذہب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ خاموش رہنے کا حکم دیا ہے، اگر دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب و ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر خطبہ سنے۔

فقہ سے غیر مقلدین کی دشمنی اور حدیث کا انکار

(۱۹۸)...... بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اکرم کی یہ دعا ذکر کی گئی ہے۔ حضرت عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سینہ سے لگایا اور ان کے لئے یہ دعا کی: اللھم علمه الحکمة اے اللہ ان کو تو حکمت سکھادے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۰)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد معرفة الدین والتفقه فیه، یعنی دین کی معرفت اور دین کی سمجھ اور فقہ ہے۔ (دیکھو حاشیہ بخاری)

اس حدیث سے فقہ کی عظمت واہمیت ظاہر ہے کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہیتے بھائی حضرت ابن عباس کو سینہ سے لگا کر اس کے لئے اللہ سے دعا فرمائی ہے۔ اور غیر مقلدوں کی فقہ سے دشمنی اظہر من الشمس ہے۔

اس کا کچھ بیان گزر چکا ہے، اور آج کل تو غیر مقلدین علماء کا سب سے اہم مشغلہ یہ ہے کہ وہ حنفی کتابوں سے ان مسائل کو بطور خاص لے کر شائع کرتے ہیں اور تقریروں میں فقہ حنفی سے برگشتہ کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں جو ان کی نگاہ میں بڑے گندے ہوتے ہیں۔ (۱)

ان غیر مقلدوں کو اپنے مذہب کا یہ مسئلہ کہ کتے اور سور کا جھوٹا اور اس کا

---

(۱) اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ان سے زیادہ گندے مسائل خود ان کی کتابوں میں ہیں ان کو عام لوگ نہیں سمجھتے اہل علم خوب جانتے ہیں کہ فقہ نام ہے اس علم کا جس میں شرعی قوانین کا بیان ہوتا ہے اور قانون کا بیان جب ہوگا تو مسائل حرام ہوں گے ان کا بھی ذکر ہوگا خواہ اس کی حرمت کی کچھ بھی وجہ ہو، اور جو مسائل حالات کے تحت میں ہوں گے اس کا بھی بیان ہوگا، یہی اس قانون کی جامعیت اور اس کا کمال ہے، ہر جائز مسئلے کا ذکر کرنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ اس پر عمل کرنا بھی ہر حال میں جائز ہے۔ خنزیر کھانا اور شراب پینا بعض حالات میں جائز ہے اگر کوئی پاگل یہ بات کہے کہ دین اسلام میں خنزیر کھانا اور شراب پینا جائز ہے تو اس کا یہ احمق پن ہوگا۔

لعاب پاک ہے۔ (نزل الابرار: ص ۴۱) اسی طرح کتے کا پاخانہ اور اس کا پیشاب بھی پاک ہے، والحق انہ لا دلیل علی النجاسۃ یعنی حق بات یہ ہے کہ اس کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں (ایضا: ص: ۴۹-۵۰) اور ہاتھ سے منی نکالنا بھی جائز ہے بلکہ کبھی ہاتھ سے منی نکالنا واجب ہو جاتا ہے۔ (عرف الجادی)

اور نہ معلوم اس طرح کے کتنے گندے مسائل ان کی کتابوں میں ہیں غیر مقلدین کو اپنی کتابوں کے گندے مسائل نظر نہیں آتے (غیر مقلدوں کے اس طرح کے مسائل دیکھنا ہو تو اس کے لئے میری کتاب مسائل غیر مقلدین کو دیکھو) مگر احناف کی کتابوں پر ان مسائل کے بیان کرنے کے لئے بڑی گہری نظر ہوتی ہے۔

حالت احرام میں نکاح کے جائز ہونے والی حدیث کا انکار

(۱۹۹) .... بخاری شریف میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا۔ (ج ۲: ص ۷۶۶)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو دو جگہ ذکر کیا ہے اور باب قائم کیا باب تزویج المحرم ،باب نکاح المحرم یعنی محرم کے نکاح کے جواز کا بیان۔

لیکن بخاری شریف کی اس صریح وصحیح حدیث کے خلاف غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ مبارکپوری صاحب کے نزدیک یہی راجح ہے۔ (تحفہ: ج ۲: ص ۸۸)

غیر مقلدین جمعہ کا خطبہ دیتے وقت سر پر عمامہ نہیں باندھتے

(۲۰۰) .... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو آپ کے سر پر عمامہ ہوتا، مسلم شریف کی روایت ہے:

ان رسول الله خطب الناس وعليه عمامة سوداء

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیا تو آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا۔

عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

كانى انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر وعليه عمامة سوداء قد ارخى طرفيه بين كتفيه (مسلم ج ۱ ص ۴۴۰ مع النووی)

گویا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھ رہا ہوں اس حال میں کہ آپ کے سر پر کالا عمامہ جس کے دونوں کناروں کو آپ نے لٹکا رکھا تھا۔

ان صحیح احادیث کے خلاف غیر مقلدین ننگے سر تو خطبہ دیتے نظر آئیں گے مگر کبھی بھی جمعہ کے خطبہ کے وقت ان کے سر پر عمامہ نظر نہیں آئیگا۔ البتہ نواب صاحب کی یہ قوالی نشر ہوتی رہے گی۔

قسم بشاہ رسالت قسم بشوکت او

کہ نیست در سر من جز ہوائے سنت او (۱)

مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کی صحیح حدیث کا انکار

(۲۰۱) ...... ترمذی شریف میں بسرہ بنت صفوان کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مس ذكره فلا يصل حتى يتوضا

یعنی جس آدمی نے اپنا ذکر چھوا جب تک وہ وضوء نہ کرلے نماز نہ پڑھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ هذا حديث حسن صحيح یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

(۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی شان وشوکت کی قسم میرے سر میں تو آپ کی سنت کا شوق رہا ہے۔ (نواب صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے۔)

اس صحیح حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا فتویٰ یہ ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا اسماعیل سلفی "رسول اکرم کی نماز" میں فرماتے ہیں:

شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ص:۱۸)

یہ ہیں غیر مقلدین جو کہتے ہیں کہ ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے لئے جھکا رہتا ہے، دنیا کے کسی عالم مفتی اور فقیہ نے یہ دعویٰ یا اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا، مگر انگریزوں کی توجہ خاص سے جو "اہل حدیث" ہوئے ہیں ان کے منہ سے یہ دعویٰ برابر سنا جاتا ہے اور اس کا پروپگنڈہ غیر مقلدوں نے اپنا شعار بنالیا ہے، مگر عمل کے وقت غیر مقلدین کسی اور دنیا کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

قرأت خلف الامام سے منع کرنے والی حدیث کا انکار

(۲۰۲)۔۔۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے پوچھا کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا، تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

لاقراۃ مع الامام فی شیئی (ج۱ص۲۱۵)

یعنی امام کے ساتھ کچھ بھی نہیں پڑھنا ہے۔

اس واضح اور صریح و صحیح حدیث کے خلاف غیر مقلدین مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔(۱)

ناظرین کرام یہ دو سو صحیح حدیثیں آپ کے سامنے بطور مثال کے ہیں ان میں سے بیسوں سے زائد حدیثیں بخاری و مسلم کی ہیں، اور جو احادیث دوسری حدیث کی کتابوں کی ہیں ان کو کبار محدثین نے صراحت کے ساتھ حسن یا صحیح کہا ہے۔ صحیح حدیث ہو یا حسن ہو محدثین کے نزدیک قابل قبول ہوا کرتی ہیں،

---

(۱) [illegible] پر بحث گزر چکی ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین جو یہ دعویٰ کر کے عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ ان کا سر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ یہ دو سو صحیح اور حسن اور قابل عمل حدیثیں ان کے اس دعویٰ کو صراحتاً رد کر رہی ہیں، اور ان سے کہہ رہی ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

والحمدلله اولاً وآخراً والصلوة والسلام على رسول الله سيد الاولين والآخرين وعلى اله وصحبه وتابعيهم اجمعين وعلى جميع الفقهاء والمحدثين وعلى جميع اهل السنة والجماعة الذين شادوا الدين ورفعوا لواء الحق والدين المتين

تم تبييض مسودة هذا التاليف اللطيف الذى هو فى بابه عجيب وانيق ولم ينسج مثله قبل هذا كتاب على ما اظن لقمع المذهب الخبيث المبين.

تم هذا التبييض فى ١٦/من صفر المظفر ١٤٣٣ھ يوم الخميس ليلا بعد العشاء بتوفيق من الله واحسانه وكرمه ولطفه

وانا محمد ابوبكر الغازيفورى
ابن مولىٰ بخش الانصارى

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

معیار رد و قبول

کیا ابن تیمیہ علماء اہلسنت والجماعت میں سے ہیں؟

ارمغان حق

مسائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کی ڈائری

صلوۃ الرسول

مقام صحابہ

سبیل الرسول پر ایک نظر

غیر مقلدین کا نقطہ نظر

آئینہ غیر مقلدیت

غیر مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ